Www.kashmirulyoum.com.pk

کشمیری عوام کی امنگوں کا ترجمان

راولپنڈی

کشمیر الیوم

ماہنامہ (رجسٹرڈ)

جلد نمبر 23، شمارہ نمبر 2، ستمبر 2025ء ربیع اول/ ربیع ثانی ۱۴۴۷

مدیرِ اعلیٰ : شیخ محمد امین

مدیر : فاروق احمد

نمائندگان

شمالی پنجاب : ارشد ایوب
آزاد جموں و کشمیر : غازی محمد اعظم
گلگت بلتستان : عبدالہادی ہونجوی
سرینگر : سید مزمل حسین سہروردی
جموں : وجے کمار رینا
لداخ : جعفر حسین علوی
لندن : انوارالحق
نیو یارک : فائزہ نذیر

ڈیزائننگ : شیخ ابو حماد
کمپوزنگ :
منیجر فائنانس / سرکولیشن : شبیر یوسف
معاون سرکولیشن : طارق احمد

انچارج شعبہ اشتہارات : راجہ محمد شفیق

ویب انچارج : ڈاکٹر بلال احمد

مجلس مشاورت

متین فکری

عرفان صدیقی

حامد میر

سرور منیر راؤ

رُباب عائشہ

عاصم قدیر رانا

اس شمارے میں

اداریہ	قربانی، استقامت، بقا اور عزت کی ضمانت!	چیف ایڈیٹر کے قلم سے	3
شخصیات	ہم سید علی گیلانیؒ کے مقروض ہیں!!!	حمیداللہ عابد	4
حرف حُر	امام سید علی گیلانیؒ ۔۔ایک شخص ایک کارواں	شیخ محمد امین	6
یاد رفتگاں	سید علی گیلانیؒ کیلئے کچھ کرنا چاہیے	عامر خاکوانی	8
شخصیات	امام سید علی گیلانیؒ جدوجہد آزادی کشمیر کا عظیم قائد	اویس بلال	9
انٹرویو	ظفر احمد قریشی چیئرمین کشمیر کمپین گلوبل برطانیہ	شیخ محمد امین/محمد لطیف ڈار	10
گرداب	وصیت یا مسلم دنیا کے خلاف ایف آئی آر؟	سید عارف بہار	14
یاد رفتگاں	شیخ تجمل الاسلام ایک انقلابی، ایک دانشور	محمد شہباز	16
اظہار خیال	ستمبر کی سرسراہٹ میں کشمیر کی گمشدہ گونج	سید عمر اویس گردیزی	18
حق بات	کشمیر کی خصوصی حیثیت اور بھارتی خوف	محمد احسان مہر	22
سوال و جواب	آپ نے پوچھا ہے!!!	مفتی خالد عمران خالد	24
داستان حجازی	راہ حق میں ہوئے میرے حادثے کی کہانی میری زبانی	وسیم حجازی	27
کشمیر کے شب و روز	مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان خونی معرکے	ہمایوں قیصر	30

ماہنامہ کشمیر الیوم میں شائع ہر کالم، کالم نگار کی ذاتی آراء پر مبنی ہوتا ہے، جس سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں (چیف ایڈیٹر)

پبلشر : خواجہ محمد شہباز

مقامِ اشاعت : D-1005، سیٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی

مطبع : والضحیٰ پرنٹرز، قیصر پلازہ، صدر، راولپنڈی

Regd. No. 885

Mails. B/NPR-234

قیمت 50 روپے، سالانہ زرتعاون 500 روپے

خط و کتابت اور رابطہ کیلئے: دفتر ماہنامہ "کشمیر الیوم" NA/300-A نیو ملپور ڈبل روڈ راولپنڈی Kashmirulyoum2014@gmail.com, 051-4934369

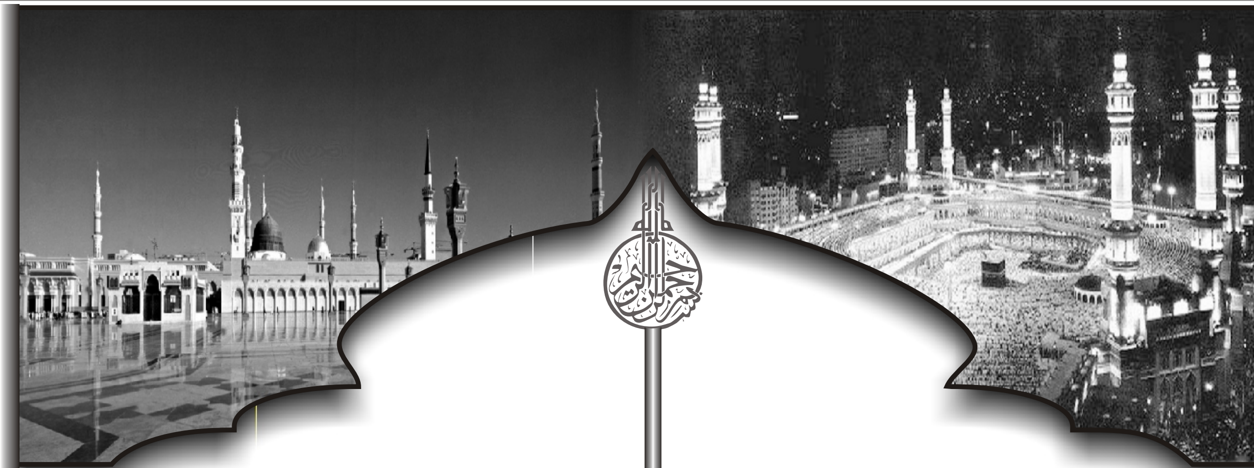

القرآن

ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے!!!

بادلوں کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور فرشتے اس کی ہیبت سے لرزتے ہوئے اس کی تسبیح کرتے ہیں ۔وہ کڑکتی ہوئی بجلیوں کو بھیجتا ہے اور (بسا اوقات) انہیں جس پر چاہتا ہے عین اس حالت میں گرادیتا ہے جب کہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں ۔ فی الواقع اس کی چال بڑی زبردست ہے ۔اسی کو پکارنا برحق ہے ۔رہیں وہ دوسری ہستیاں جنہیں اس کو چھوڑ کر یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ ان کی دعاؤں کا کوئی جواب نہیں دے سکتیں ۔انہیں پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر اس سے درخواست کرے کہ تو میرے منہ تک پہنچ جا، حالانکہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں ۔بس اِسی طرح کافروں کی دعائیں بھی کچھ نہیں ہیں مگر ایک تیرِ بے ہدف! وہ تو اللہ ہی ہے جس کو زمین و آسمان کی ہر چیز طوعاً و کرہاً سجدہ کر رہی ہے اور سب چیزوں کے سائے صبح و شام اس کے آگے جھکتے ہیں ۔ اِن سے پوچھو، آسمان و زمین کا ربّ کون ہے کہو، اللہ ۔پھر، ان سے کہو کہ جب حقیقت یہ ہے تو کیا تم نے اسے چھوڑ کر ایسے معبودوں کو اپنا کارساز ٹھہرالیا جو خود اپنے لیے بھی کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے؟ کہو، کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوا کرتا ہے؟ کیا روشنی اور تاریکیاں یکساں ہوتی ہیں؟ اور اگر ایسا نہیں تو کیا ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں نے بھی اللہ کی طرح کچھ پیدا کیا ہے کہ اس کی وجہ سے ان پر تخلیق کا معاملہ مشتبہ ہوگیا؟

کہو، ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے اور وہ یکتا ہے، سب پر غالب!

سورہ الرعد آیت نمبر 13 تا 16 تفہیم القرآن سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

الحدیث

ذکر الٰہی اطمینان و سکون قلب کا باعث!!!!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیاوی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کرے گا اور جس شخص نے کسی تنگ دست کے لیے آسانی کی ، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی ، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اور جو شخص اس راستے پر چلتا ہے جس میں وہ علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے، اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں لوگوں کا کوئی گروہ اکٹھا نہیں ہوتا، وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کا درس و تدریس کرتے ہیں مگر ان پر سکینت (اطمینان و سکون قلب) کا نزول ہوتا ہے اور (اللہ کی) رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقربین میں جو اس کے پاس ہوتے ہیں ان کا ذکر کرتا ہے اور جس کے عمل نے اسے (خیر کے حصول میں) پیچھے رکھا، اس کا نسب اسے تیز نہیں کرسکتا۔“

(صحیح مسلم)

قربانی، استقامت، بقا اور عزت کی ضمانت!

ستمبر کا مہینہ کئی حوالوں سے تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ وہی مہینہ ہے جب 1965ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان بھرپور جنگ چھڑی تھی۔ یہ جنگ کشمیر کے تنازعے ہی کا شاخسانہ تھی۔ پاکستان نے حریت پسند کشمیری عوام کو آزادی دلانے کے لیے آپریشن جبرالٹر کی صورت میں ایک جنگ چھیڑ دی تو بھارت نے بین الاقوامی سرحد پر محاذ کھول دیا۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ بھارتی جارحیت کے باوجود پاکستان کا پلہ بھاری رہا اور بالآخر بھارت کو اقوامِ متحدہ میں جنگ بندی کی بھیک مانگنی پڑی۔ ستمبر کا مہینہ ہمیں یہ پیغام دیتا ہے کہ قربانی اور استقامت ہی بقا اور عزت کی ضمانت ہے۔ یہی مہینہ ہمیں ایک اور عظیم شخصیت کی یاد دلاتا ہے، کشمیری عوام کے قائد، حریت کے امام، سید علی گیلانیؒ جو چار سال قبل یکم ستمبر 2021ء کو ہم سے رخصت ہو گئے مگر ان کی یاد اور فکر آج بھی دلوں میں زندہ ہے۔ دراصل امام گیلانیؒ محض ایک فرد کا نام نہیں، بلکہ وہ ایک عہد، ایک نظریہ اور روشنی کا ایک مینار تھے جو کشمیریوں کے حوصلے اور پاکستان کی روح وفا کو جلا بخشتے رہیں گے۔ ان کی زندگی ایک جہد مسلسل کا نام تھی۔ وہ ایک پرعزم، پروقار اور ایک موقف پر ڈٹے رہنے والے قائد تھے۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ جیلوں میں گزرا جبکہ زندگی کے آخری 11 برس وہ اپنے ہی گھر میں نظر بند رہے۔ دوران اسیری وہ صحت کے سنگین مسائل سے دوچار ہوئے۔ ان کے دل کے ساتھ پیس میکر لگا ہوا تھا۔ ان کا پتہ اور ایک گردہ نکالا جا چکا تھا جبکہ دوسرے گردے کا بھی تیسرا حصہ آپریشن کر کے نکالا جا چکا تھا۔ لیکن کبھی بھی باطل قوتوں سے رحم کی بھیک نہ مانگی۔ ایک انچ بھی اپنے مؤقف سے پیچھے نہ ہٹے۔ انہیں مراعات، وظائف اور آسائشوں کے جال میں پھانسنے کی کوششیں ہوئیں مگر ان کا دوٹوک جواب یہ تھا کہ میں اپنی جان و مال کا سودا اپنے رب سے کر چکا ہوں، میں بکاؤ مال نہیں ہوں۔ یہی وہ روشنی ہے جو انہیں دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ مسلح جدوجہد کی حمایت سے لے کر حریت کانفرنس کے قیام تک اور پاکستان کے ساتھ والہانہ محبت تک، سید علی گیلانیؒ ہر مرحلے پر ایک غیر متزلزل اور پرعزم رہنما کے طور پر ابھرے۔ وہ پاکستان کو کشمیریوں کی آخری اُمید سمجھتے تھے اور اپنی زندگی کے آخری لمحے تک اسی اُمید سے وابستہ رہے۔ 5 اگست 2019 کو جب بھارت نے جموں و کشمیر کو غیر قانونی طور پر اپنے آئین میں ضم کیا، تو امام گیلانیؒ نے دنیا کے مسلمانوں اور بالخصوص پاکستان کے نام SOS پیغام جاری کیا۔ یہ ان کی بے بسی نہیں بلکہ ایک مجاہد کی للکار تھی کہ کشمیری اپنے خون کے آخری قطرے تک لڑنے کے لیے تیار ہیں، مگر پاکستان بھی آگے بڑھے۔ امام گیلانیؒ کا جنازہ اور تدفین اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ مرنے کے بعد بھی بھارت کے لیے خوف اور اہل کشمیر کے لیے حوصلے کا استعارہ ہیں۔ بھارت نے ان کی میت کو لواحقین سے چھین کر رات کے اندھیرے میں دفنا دیا، ان کی قبر پر پہرہ بٹھایا تاکہ وہ مرجع خلائق نہ بن جائے۔ مگر کون ہے جو دلوں پر پہرہ بٹھا سکے؟ سید گیلانیؒ تو آج بھی ہر کشمیری اور ملت اسلامیہ کے ہر فرد کے دل میں زندہ ہیں۔ امام گیلانیؒ کی حیات دراصل نئی نسل کے لیے مشعل راہ ہے۔ ان کی خودنوشت ''ولر کنارے'' نہ صرف ایک سوانح عمری ہے بلکہ کشمیری قوم کی اجتماعی داستان حریت ہے۔ یہ کتاب نئی نسل کے لیے ایک مینول ہے جس سے وہ استقامت، قربانی اور مقصدیت کا سبق حاصل کر سکتی ہے۔ واضح رہے کہ ستمبر ہمیں دو یادیں یاد دلاتا ہے، ایک 1965 کی جنگ کا ولولہ اور دوسرا امام سید علی گیلانیؒ کی جدوجہد اور وفا کی لازوال داستان۔ ان کا نعرہ آج بھی فضا میں گونج رہا ہے، اسلام کے رشتے سے ۔۔۔ ہم پاکستانی ہیں، ہم پاکستانی ہیں ۔۔۔ پاکستان ہمارا ہے۔ آزادی کا مطلب کیا لا الہ اللہ ۔۔ یہی نعرے یہی پیغامات ہماری رہنمائی کرتے ہیں کہ جب تک کشمیر آزاد نہیں ہوتا، سید علی گیلانیؒ کی روح بے قرار رہے گی۔ ملت اسلامیہ کا بالعموم اور اہل پاکستان کا بالخصوص یہ فرض ہے کہ وہ ان کے خواب کو حقیقت میں بدلنے کے لیے اپنی سفارتی، سیاسی اور عسکری ذمہ داریاں پوری کریں۔ یہاں اس حقیقت کا ادراک بھی ضرور ہونا چاہیے کہ جہاں ان کا یہ نعرہ تھا کہ ہم پاکستانی ہیں، پاکستان ہمارا ہے وہیں یہاں کی قیادت کا یہ نعرہ اور پیغام ہونا چاہیے تھا۔ ہم کشمیری ہیں ۔۔۔ کشمیر ہمارا ہے۔ اللہ تعالیٰ امام گیلانیؒ کے درجات بلند سے بلند تر فرمائیں، کشمیری اور فلسطینی عوام کو آزادی کی نعمتوں سے سرفراز کریں۔ آمین

ہم سید علی گیلانیؒ کے مقروض ہیں!!!

بڑی تمنا تھی کبھی ان سے ملوں، عقیدت سے ان کے ہاتھ تھام لوں
ان کے بزرگانہ لمس کو محسوس کروں، اپنی محبت اور عقیدت کے اظہار کے لئے ان ہاتھوں پہ بوسہ دوں

ان کا موقف انتہائی جاندار، دوٹوک اور واضح تھا، وہ کوئی لگی لپٹی نہیں رکھتے تھے

ہم سید علی گیلانیؒ کے مقروض ہیں۔ ہم ان سے وفا نہ کر سکے

حمید اللہ عابد

سید علی گیلانیؒ سے میری کبھی ملاقات نہ ہوسکی۔ نوے کی دہائی میں بس فون پر بات ہوئی یا ٹیلی فونک پریس کانفرنس میں سوال جواب ہوئے۔ بڑی تمنا تھی کبھی ان سے ملوں، عقیدت سے ان کے ہاتھ تھام لوں اور ان کے بزرگانہ لمس کو محسوس کروں، ان سے اپنی محبت اور عقیدت کے اظہار کے لئے ان ہاتھوں پہ بوسہ دوں اور موقع ملے تو ان سے انٹرویو بھی کروں۔ یہ ارمان دل میں لئے جولائی 2001ء کے وسط میں دلی گیا۔ جنرل پرویز مشرف ہندوستان یاترا پر تھے۔ صحافیوں کی بڑی تعداد اس سرکاری دورے میں ان کے ساتھ تھی مگر ہم نے اپنے خرچ پر جانے کا فیصلہ کیا۔ دلی میں مختصر قیام کے دوران ہم ایک ایک لمحہ گن گن کر گزار رہے تھے کہ شاید سید سے ملاقات کا اعزاز حاصل ہو۔

پس منظر یہ تھا کہ جنرل صاحب نے خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ حریت کانفرنس کے لیڈروں سے ملنا چاہتے ہیں۔ بھارت کا اصرار تھا کہ اس ملاقات سے گریز کیا جائے۔ رستہ نکالا گیا کہ پاکستان کا ہائی کمیشن ایک عصرانہ دے گا جس میں حریت کے تمام لیڈروں کو مدعو کیا جائے۔ سفارتی آداب کے تناظر میں بھارت نے پاکستان کو منع کیا کہ ایسا نہ کریں لیکن جنرل پرویز مشرف کے اصرار پر پاکستانی ہائی کمیشن نے حریت کے لیڈروں کو مدعو کر لیا۔ جوں جوں پیش رفت ہو رہی تھی دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ دورے کے پہلے مرحلے میں ہی بدمزگی پیدا ہو گئی تھی۔ بھارت ایک ایسے جنرل کا استقبال کر رہا تھا جس نے کارگل کی جنگ چھیڑی تھی۔ اس وقت کے وزیر اعظم نواز شریف نے اس جنگ میں پاکستان کے بھاری نقصان پر تحقیقاتی کمیشن کے قیام کی کوشش کی تھی ان کی اپوزیشن سڑکوں پر ملین مارچ کر رہی تھی کہ وزیر اعظم کو اس معاملے سے روکا جائے ایسے

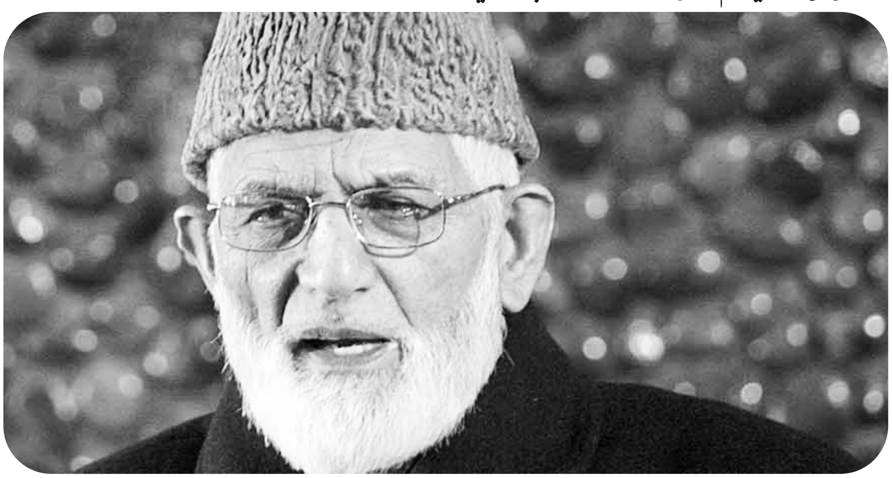

میں آرمی چیف جنرل پرویز مشرف نے وزیر اعظم کو برطرف کیا پھر گرفتار کیا اور جیل میں ڈال دیا تھا۔ اب وہ وزیر اعظم جس نے واجپائی کو امن مذاکرات کے لئے لاہور بلایا تھا جلاوطن تھا اور جنرل صاحب بھارت یاترا پر تھے۔ ظاہر ہے ہندوستانی قیادت میں بے چینی تھی اور وہ کشمیری حریت پسند لیڈروں سے مشرف کی ملاقات کو روکنا چاہتے تھے۔ سفارتی دباؤ میں آ کر بھارت کشمیری لیڈروں کو بلانے پر رضامند ہو گیا۔ سید علی گیلانی نے سری نگر میں اخبار نویسوں سے کہا وہ دلی جائیں گے اور ملاقات میں شریک ہوں گے۔

چودہ جولائی 2001ء کو اس عصرانے سے کچھ پہلے پاکستان ہائی کمیشن کے ایک کمرے میں جنرل پرویز مشرف اور حریت لیڈر پہلی بار ملے۔ پچیس تیس منٹ کی یہ ملاقات خفیہ رکھی گئی۔ عبدالغنی لون، پروفیسر عبدالغنی بھٹ اور میر واعظ مولوی عمر فاروق اس ملاقات میں شریک تھے۔ لبریشن فرنٹ نے بائیکاٹ کیا تھا۔ ادھر عصرانے میں تمام مہمان منتظر تھے کہ جنرل پرویز مشرف کب تشریف لاتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ہندوستانی اخبارات میں اگلے روز اس بے ادبی پر کافی تنقید ہوئی کہ وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی عصرانے میں وقت پر پہنچ گئے تھے اور انہیں جنرل پرویز مشرف کا انتظار کرنا پڑا تھا جو کشمیری لیڈروں سے تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ کیا اس ملاقات میں سید علی گیلانی شریک تھے؟ اس بارے میں پاکستان کا کہنا تھا کہ بھارت نے انہیں اجازت نہیں دی تھی البتہ دلی کی جامع مسجد کے شاہی امام نے دعوی کیا تھا کہ وہ سید علی گیلانیؒ کے ہمراہ اس عصرانے میں شریک تھے۔ میں پاکستانی اخبار نویسوں کے ساتھ اس عصرانے میں شریک تھا لیکن سید علی گیلانی سے ہماری ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ پاکستانی ہائی کمیشن کے اس بڑے کمرے میں مہمانوں کی تعداد گنجائش سے بہت زیادہ تھی اور ہم ایک کونے میں محصور رہے باوجود کوشش کے ہم اس طرف نہیں جا سکے جہاں دونوں ملکوں کے سربراہان اور خاص مہمان موجود تھے۔

ہم دلی سے آگرہ چلے گئے اور واپس دلی آ کر میں نے مزید قیام کیا تاکہ سید سے ملاقات کا کوئی رستہ نکل سکے لیکن کشمیری قیادت کو زیادہ دن دلی میں نہیں رہنے دیا گیا تھا اور واپس بھیج دیا گیا تھا۔ ہم ایک روز دلی کے بس اڈے جا نکلے جہاں ایک کنڈکٹر جموں جموں کی آوازیں لگا رہا تھا۔ میں اس کے پاس گیا

> جب پہلی بار سید صاحب کو سنا تھا تو میں ششدر رہ گیا تھا۔آواز میں ایسی کڑک رعب اور دبدبہ کہ ہندوستانی قیادت کو للکارتے تو ایک سماں باندھ دیتے۔اپنوں سے بات کرتے تو دل موہ لیتے۔ اس بڑھاپے میں بھی جذبے جواں تھے۔قید و بند کی صعوبتوں نے ان کی کمر میں خم پیدا نہیں کیا تھا۔اس دور میں مولوی عمر فاروق اور یٰسین ملک جیسے نوجوان موجود تھے شبیر شاہ عبدالغنی لون اور عبدالغنی بھٹ جیسے ادھیڑ عمر لیڈر بھی موجود تھے لیکن سید علی گیلانیؒ ان نوجوانوں کی موجودگی میں بھی اپنی ولولہ انگیز قیادت کے سبب زیادہ مقبول تھے

دھیرے سے کان میں کہا سرینگر لے جا سکتے ہو؟ کنڈکٹر نے اوپر سے نیچے تک میرا جائزہ لیا پھر پوچھا کہاں سے ہو، میں نے کہا پاکستان سے آیا ہوں ۔سرگوشی میں بولا جموں تک خود لے جاؤں گا وہاں سے سری نگر بس پر بھجوا دوں گا لیکن آگے تم خود ذمہ دار ہوں گے۔ ہمارے ویزے پر صرف دلی آگرہ کی اجازت تھی لیکن کچھ احباب چپکے سے پنجاب کھسک گئے تھے جہاں انہوں نے اپنے آبائی علاقوں میں ملاقاتیں بھی کی تھیں اس لئے امکان موجود تھا کہ ہم بھی سری نگر جا سکیں۔ باہم صلاح ومشورے کے دوران زیادہ تجربہ کار دوستوں نے ایسا رسک لینے سے منع کیا۔ یوں سید سے ملاقات کی خواہش تو پوری نہ ہوسکی

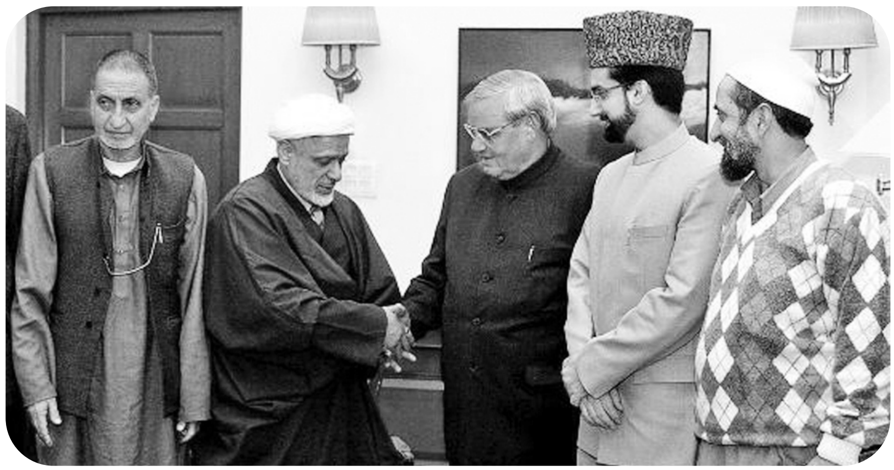

لیکن دو ملکوں کے سربراہان کے درمیان آگرہ ملاقات کے پس منظر میں یہ تو واضح ہو گیا تھا کہ سید علی شاہ گیلانی سب سے قدآور حریت لیڈر تھے۔واجپائی اور مشرف سے بڑے لیڈر۔ پورا ہندوستانی میڈیا انہیں موضوع بنائے ہوئے تھا اور ٹی وی ٹاک شو میں یہی موضوع سرفہرست تھا۔

1991ء میں جب پہلی بار سید صاحب کو سنا تھا تو میں ششدر رہ گیا تھا۔آواز میں ایسی کڑک رعب اور دبدبہ کہ ہندوستانی قیادت کو للکارتے تو ایک سماں باندھ دیتے۔اپنوں سے بات کرتے تو دل موہ لیتے۔اس بڑھاپے میں بھی جذبے جواں تھے۔قید و بند کی صعوبتوں نے ان کی کمر میں خم پیدا نہیں کیا تھا۔اس دور میں مولوی عمر فاروق اور یٰسین ملک جیسے نوجوان موجود تھے شبیر شاہ عبدالغنی لون اور عبدالغنی بھٹ جیسے ادھیڑ عمر لیڈر بھی موجود تھے لیکن سید علی گیلانیؒ ان نوجوانوں کی موجودگی میں بھی اپنی ولولہ انگیز قیادت کے سبب زیادہ مقبول تھے۔ ان کا موقف انتہائی جاندار دوٹوک اور واضح تھا وہ کوئی لگی لپٹی نہیں رکھتے تھے اس لئے جب بھی کشمیریوں سے مخاطب ہوئے، ہندوستانی قیادت سری نگر جموں سے لے دلی تک سخت جز بز ہوتی۔

مجھے ذاتی طور پر مشاہدہ ہوا کہ نواز شریف اور بے نظیر بھٹو سید علی گیلانیؒ کا نام آتے ہی انتہائی مودبانہ رویہ اختیار کرتے۔ سابق وزیر اعظم عمران خان کے بارے میں ان کے قریبی حلقے بتاتے ہیں کہ سید گیلانیؒ کی رائے پر وہ کوئی بحث نہیں کرتے تھے اور بات سمیٹ دیتے تھے کہ اس معاملے میں گیلانی صاحب کی رائے کو مقدم رکھا جائے۔اتنی عزت وقار اور احترام وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو نڈر بے باک اور کمٹمنٹ کے پکے ہوتے ہیں اور پوری زندگی کبھی اپنے موقف سے انحراف نہیں کرتے۔

ہم سید علی گیلانیؒ کے مقروض ہیں۔ہم ان سے وفا نہ کر سکے لیکن ہم بے بس اور مجبور پاکستانی اللہ رب العزت سے دعا کرتے ہیں کہ وہ انکے درجات بلند کرے اور انہوں نے جس مقصد کے لئے پوری زندگی قربان کی یعنی ہندوستان سے آزادی ۔۔ہم اس منزل تک پہنچ سکیں اور سید علی گیلانی کے اس خواب کو تعبیر دے سکیں ۔آمین

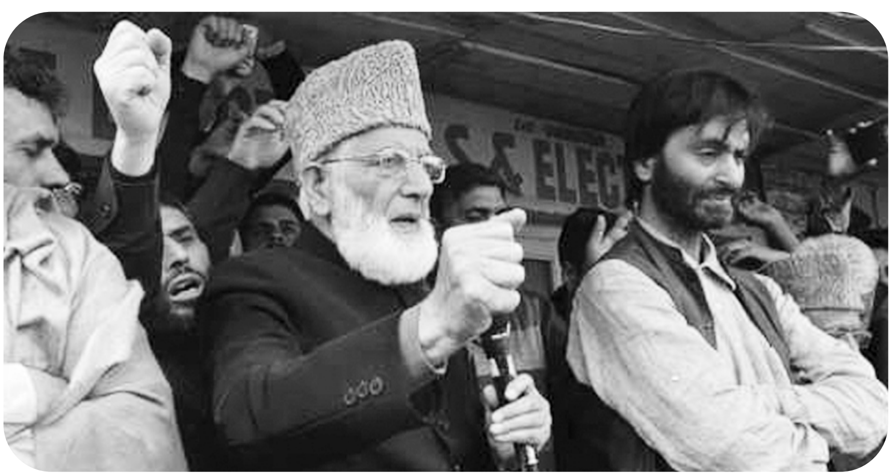

امام سید علی گیلانیؒ ـــــ ایک شخص ایک کارواں

شیخ محمد امین

وقت کی دھول بہت سے ناموں کو تاریخ کے اوراق سے مٹا دیتی ہے، لیکن کچھ شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو زمانے کی سختیوں کے باوجود ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ امام حریت سید علی شاہ گیلانیؒ ایسی ہی ایک جاوداں شخصیت ہیں۔ وہ ایک چراغ تھے جو ظلمتوں کے سمندر میں روشن رہا، ایک صدا تھے جو غلامی کی زنجیریں توڑنے کی پکار بنی، اور ایک امام تھے جو کشمیری عوام کی مزاحمت اور حریت کی علامت بن گئے۔ وہ محض ایک فرد نہیں، بلکہ ایک عہد، ایک نظریہ اور استقامت کا استعارہ تھے۔ ان کی زندگی کے اوراق صبر، علم، قربانی اور جرات سے لبریز ہیں۔ سید علی گیلانیؒ کی نگاہ میں دنیاوی اقتدار اور وقتی مصلحتوں کی کوئی وقعت نہ تھی۔ وہ فرماتے تھے کہ جہاں دہائیوں سے قابض فوج کا تسلط ہو، وہاں کچھ افراد کا تقسیم ہو جانا یا اقتدار کے لالچ میں دشمن کے ساتھ کھڑا ہونا غیر فطری نہیں۔ یہ مفتوح قوموں کی ایک آزمائش ہے، لیکن یہ تحریک آزادی کے لیے مایوسی کا باعث نہیں بننا چاہیے۔ وہ کہتے تھے کہ کشمیر کی سرزمین اب بھی آزادی کی امنگوں سے لبریز ہے، اور یہ آگ کبھی نہیں بجھے گی۔ ان کی جدوجہد تین بنیادی ستونوں پر قائم تھی۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلام کی روشنی میں استوار کرنا۔ جموں وکشمیر پر بھارتی قبضے کو غیر قانونی سمجھ کر اس کے خلاف جہدوجہد اور امت مسلمہ کو وطن، نسل، زبان اور مسلک کی تقسیموں سے آزاد کر کے ایک تسبیح کی طرح پرو دینا۔ ان کے نزدیک مسئلہ کشمیر محض سیاسی تنازع نہیں، بلکہ ایک عہد تھا جس کی گواہی اقوام متحدہ کی قراردادوں نے

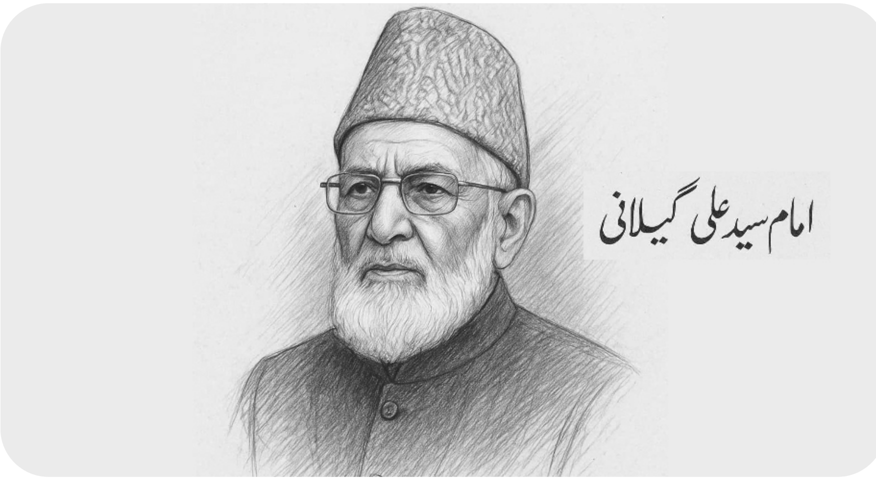

دی۔ وہ کہتے تھے کہ یہ قراردادیں وقت کے ساتھ پرانی نہیں ہوتیں، کیونکہ انسانوں کے بنیادی حقوق وقت کی نذر نہیں ہوتے۔ بھارت نے حیدرآباد اور جوناگڑھ میں رائے شماری کے اصول کو تسلیم کیا، مگر کشمیر میں اسے دفن کر دیا۔ امام گیلانیؒ اس دوغلے پن کو ہمیشہ بے نقاب کرتے رہے۔

سید علی گیلانیؒ کی نگاہ میں دنیاوی اقتدار اور وقتی مصلحتوں کی کوئی وقعت نہ تھی۔ وہ فرماتے تھے کہ جہاں دہائیوں سے قابض فوج کا تسلط ہو، وہاں کچھ افراد کا تقسیم ہو جانا یا اقتدار کے لالچ میں دشمن کے ساتھ کھڑا ہونا غیر فطری نہیں۔ یہ مفتوح قوموں کی ایک آزمائش ہے، لیکن یہ تحریکِ آزادی کے لیے مایوسی کا باعث نہیں بننا چاہیے۔ وہ کہتے تھے کہ کشمیر کی سرزمین اب بھی آزادی کی امنگوں سے لبریز ہے، اور یہ آگ کبھی نہیں بجھے گی۔

سید علی شاہ گیلانیؒ 29 ستمبر 1929 کو ضلع بانڈی پورہ کے گاؤں زوری منز زینہ گیر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں میں حاصل کی اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے لاہور کے اورینٹل کالج میں داخلہ لیا، جہاں انہوں نے فارسی اور اسلامیات میں مہارت حاصل کی۔ نوجوانی میں ہی قرآن وسنت سے ان کی گہری وابستگی ان کی شخصیت کا بنیادی حوالہ بن گئی۔ علامہ اقبالؒ کے افکار اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تحریروں نے ان کی فکر کو جلا بخشی۔ اقبالؒ کو وہ حکیم الامت اور سید مودودیؒ کو امام العصر مانتے تھے۔ اقبالؒ نے ان کے دل میں خودی کا چراغ جلایا اور آزادی کا خواب دیا، جبکہ امام مودودیؒ کی تحریروں نے اس خواب کو منظم جدوجہد کا نقشہ عطا کیا۔ 1950 کی دہائی میں انہوں نے جماعتِ اسلامی میں شمولیت اختیار کی، جو ان کی فکری اور سیاسی زندگی کا نقطہ آغاز ثابت ہوئی۔ وہ کئی بار رکن اسمبلی منتخب ہوئے، لیکن اسمبلی کو محض ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے کا منبر سمجھتے تھے۔ ان کا لہجہ اندر اور باہر یکساں بے باک اور حق پر مبنی ہوتا تھا۔

امام گیلانیؒ سراپا عاشق رسول ﷺ تھے۔ جب وہ نبی کریم ﷺ کا ذکر کرتے، ان کی آنکھیں نم ہو جاتیں اور لہجہ لرز اٹھتا۔ وہ فرماتے ہماری آزادی اس وقت مکمل ہوگی جب ہم حضور ﷺ کے غلام بن کر اپنی زندگی سنواریں گے۔ ان کا ہر عمل سنت رسول ﷺ کی عملی تفسیر تھا۔ قید، نظربندی، بیماری اور بڑھاپے نے ان پر دستک دی، لیکن وہ کبھی نہ ڈگمگائے۔ قاتلانہ حملوں، اقتدار اور دولت کی پیشکشوں کے باوجود وہ اپنے اصولوں پر فولاد کی طرح ڈٹے رہے۔ ان کا ہر لفظ ایک اعلان حق تھا۔ سید علی گیلانیؒ صرف سیاسی رہنما ہی نہیں، ایک صاحب قلم بھی تھے۔ ان کی زندگی کا بڑا حصہ جیل کی نذر ہوا، لیکن وہ قفس کی تنہائی کو مطالعے اور تحریر کے لیے غنیمت جانتے تھے۔ رودادِ قفس اور مقتل سے واپسی جیسی کتابیں انہی دنوں کی دین ہیں۔ وہ کہتے تھے

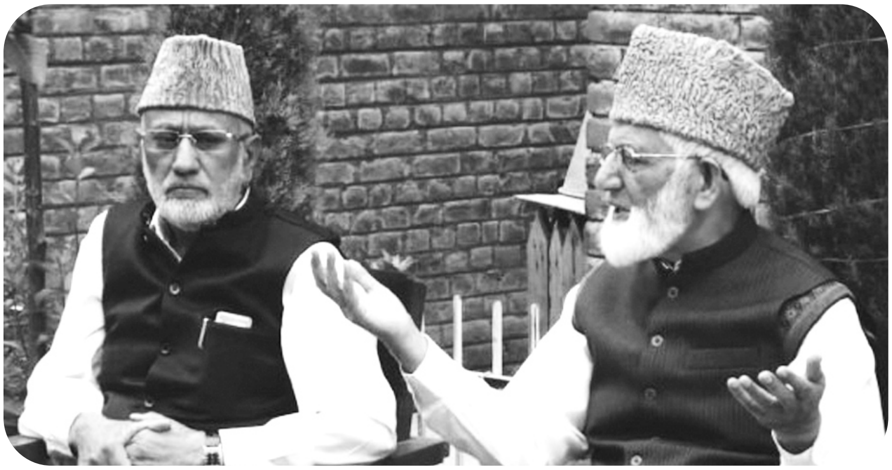

وقت اللہ کی سب سے بڑی امانت ہے، اسے بے مقصد ضائع کرنا خیانت ہے۔ جماعتِ اسلامی کے اجتماعات کی روداد لکھنے سے شروع ہونے والا یہ قلمکار اخبار اذان کا مدیر اور مستقل کالم نگار اور مصنف بنا۔ ان کی تحریریں ان کے افکار کی طرح جرات مندانہ اور بے لاگ تھیں۔

سید علی گیلانیؒ کے قریبی رفقا میں شہید محمد اشرف صحرائیؒ اور سید صلاح الدین احمد نمایاں ہیں۔ یہ دونوں رہنما ان کے دست راست اور مرید تھے۔ شہید صحرائیؒ نے اپنی آخری سانس تک سید گیلانیؒ کے افکار کو عملی شکل دی اور اسی راہ میں شہادت کو گلے لگایا۔ سید صلاح الدین احمد نے بھی مزاحمت کے سفر میں ان کی فکر اور پیغام کو بلند رکھا۔ یہ رشتہ محض سیاسی یا عسکری نہیں، بلکہ قلبی، روحانی اور تحریکی تھا، جس نے تحریکِ حریت کو ایک تسلسل عطا کیا۔

نوجوانی میں ہی قرآن وسنت سے ان کی گہری وابستگی ان کی شخصیت کا بنیادی حوالہ بن گئی۔ علامہ اقبالؒ کے افکار اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تحریروں نے ان کی فکر کو جلا بخشی۔ اقبالؒ کو وہ حکیم الامت اور سید مودودیؒ کو امام العصر مانتے تھے۔ اقبالؒ نے ان کے دل میں خودی کا چراغ جلایا اور آزادی کا خواب دیا، جبکہ امام مودودیؒ کی تحریروں نے اس خواب کو منظم جدوجہد کا نقشہ عطا کیا۔ 1950 کی دہائی میں انہوں نے جماعتِ اسلامی میں شمولیت اختیار کی، جو ان کی فکری اور سیاسی زندگی کا نقطہ آغاز ثابت ہوئی۔

امام سید گیلانیؒ کی جدوجہد صرف کشمیر تک محدود نہ تھی۔ وہ ہر مسلم کاز کے ساتھ کھڑے رہے۔ فلسطین ہو یا کوئی اور خطہ، وہ ہر مظلوم کے زخم کو اپنا زخم سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک امت مسلمہ ایک جسم کی مانند ہے جہاں درد ہو، وہ پورے بدن میں سرایت کرتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں اگر کچھ حکومتیں خوف سے خاموش ہیں، تو یہ ان کی کمزوری ہے، ہماری نہیں۔ آل پارٹیز حریت کانفرنس کے چیئرمین کے طور پر انہوں نے تحریک کو واضح سمت دی۔ ان کا نعرہ "ہم پاکستانی ہیں، پاکستان ہمارا ہے"، کشمیری عوام کے دلوں کو جوڑنے والا پیغام بنا۔ ان کے نزدیک پاکستان صرف ایک ملک نہیں، بلکہ ایمان کا مرکز اور کشمیریوں کی فطری منزل تھا۔ وہ کہتے تھے کہ جتنا یقین خدا کے وجود پر ہے، اتنا ہی یقین اس بات پر ہے کہ بھارت کا قبضہ غاصبانہ ہے اور اس کا خاتمہ ناگزیر ہے۔

وادی کے بزرگوں کی وصیت کہ "قبروں پر آ کر کہنا پاکستان بن گیا ہے" اس بات کا ثبوت ہے کہ کشمیری عوام کی اکثریت پاکستان کو اپنی امید سمجھتی ہے۔ تاہم، وہ اندھی عقیدت کے قائل نہ تھے۔ جب پرویز مشرف نے چار نکاتی فارمولہ پیش کیا، تو انہوں نے اسے کھل کر مسترد کیا اور کہا کہ یہ کشمیری عوام کی قربانیوں سے غداری ہے۔ وہ پاکستانی عوام کے دل کے قریب تھے، لیکن حکمرانوں کی مصلحت پسندی پر ان کی تنقید ہمیشہ دوٹوک رہی۔

یکم ستمبر 2021 کو یہ چراغ بظاہر بجھ گیا، لیکن بھارتی حکمرانوں نے ان کی عظمت سے خائف ہو کر ان کی میت کو عوام کے حوالے کرنے کے بجائے رات کے اندھیرے میں دفن کیا۔ وادی پر کرفیو لگا دیا گیا تاکہ عوام اپنے محبوب رہنما کی قبر تک نہ پہنچ سکیں۔ یہ منظر تاریخ کے یزیدی کرداروں کی یاد دلا رہا ہے، لیکن یہ بھی یاد رہے کہ امام سید علی گیلانیؒ کی روشنی کسی کرفیو یا تاریکی کی پابند نہ تھی۔ وہ لاکھوں کروڑوں دلوں میں زندہ ہیں۔ الحمدللہ میں خود کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ مجھے بچپن سے ان کی قربت نصیب رہی۔ جلاوطنی کے دنوں میں ان سے فون پر رابطہ میرے دکھوں کا مرہم بنتا تھا۔ قبلہ سید گیلانیؒ کی ذات ایسی ہی تھی کہ مجھے ان کے کسی حکم یا پالیسی سے کبھی اختلاف نہیں ہوا۔ ان کی ہر بات دل کی گہرائیوں سے سچ جانی اور مانی۔ یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ امام سید علی گیلانیؒ اپنی زندگی میں امام حسینؓ کے نقشِ قدم پر چلنے والے مردِ مومن تھے۔ وہ دوستوں کے لیے ریشم اور دشمنوں کے لیے فولاد سے زیادہ سخت تھے۔ ان کی جدوجہد محض ایک سیاسی باب نہیں، بلکہ ایک روحانی ورثہ ہے۔

وہ بہادر تھے، نڈر تھے، اور اللہ کے سوا کسی کا خوف ان کے دل میں نہ تھا۔ ان جیسا قائد اب ملنا محال ہے۔ علامہ اقبال نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا ہے کہ۔۔ ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا۔ قابض قوتیں ان کی جدائی کے بعد سکون کا سانس لے رہی ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کا چراغ آج بھی جل رہا ہے اور ہمیشہ جلتا رہے گا۔ وہ چراغ جو ظلمت کے طوفان میں روشنی بکھیرتا رہا، کروڑوں دلوں میں جل اٹھا ہے۔ وہ حریت کا امام تھا اور رہتی دنیا تک حریت کا امام رہے گا۔ ان شا اللہ

سید علی گیلانیؒ کے لئے کچھ کرنا چاہیے

عامر خاکوانی

کشمیریوں کی نئی نسل کی یادداشتوں کو مٹانے کی ان کوششوں کا ایک حصہ عظیم کشمیری لیڈر سید علی گیلانی کے کردار کو تاریخ کے صفحات سے غائب کرنے سے متعلق ہے۔مقبوضہ کشمیر میں سید علی گیلانی کی دیو قامت شخصیت کے بارے میں ہر ممکن کوشش ہو رہی ہے کہ لوگ ان کے بارے میں کچھ نہ جانیں، اخبارات اور میڈیا میں بھی کچھ نہ چھپے۔ہم لوگ جانتے ہوں گے کہ سید علی گیلانی کے انتقال کے بعد انڈین پولیس ان کے گھر سے گیلانی صاحب کی کتب، نوٹس وغیرہ اور ان کی پرسنل لائبریری بھی لے گئی۔کسی شخص کی ذاتی کتب اور لائبریری کو آخر کون اور کیوں لے جائے گا؟ بھارتی حکومت نے مگر ایسا گھٹیا اور کم ظرفی کا کام کیا ہے۔گیلانی صاحب 40 سے زائد کتابوں کے مصنف تھے، مگر اب یہ صفحۂ ہستی سے مٹتی نظر آ رہی ہیں۔ان کی کتابیں مقبوضہ کشمیر میں دستیاب نہیں اور نہ ہی کسی پبلشر کو انہیں دوبارہ سے چھاپنے کی اجازت ہے۔جو لوگ سید علی گیلانی کے ساتھ کام کرتے تھے، پچھلے 5 برسوں سے وہ بھارتی جیلوں میں پڑے سڑ رہے ہیں۔بی جے پی حکومت چاہتی ہے کہ سید علی گیلانی کا نام ہی کوئی نہ لے، ان کا تذکرہ کہیں پر نہ ہو، ان کی برسی پر تقریب نہ کی جاسکے، سید علی گیلانی کی کوئی کتاب، مضمون کہیں پر نظر نہ آئے۔سید علی گیلانی کی قبر کے پاس ایک فوجی بنکر بنایا گیا ہے تاکہ کوئی وہاں پر فاتحہ پڑھنے ہی نہ آسکے۔لوگوں کو زندہ علی گیلانی سے تو نہیں ملنے دیا جاتا رہا، اب ان کی قبر پر آنے سے بھی روک دیا۔

پچھلے کچھ عرصے میں مقبوضہ کشمیر کے بعض صحافیوں اور کتاب دوست لوگوں سے بات ہوئی تو وہ سب اس پر متفکر اور پریشان تھے۔ان لوگوں نے مگر یہ سوال اٹھایا کہ چلیں بھارت میں تو یہ سب ہو رہا ہے، بھارتی حکومت ایسا کر رہی ہے اور اس سے امید ہی کیا ہے؟ مگر پاکستان نے سید علی گیلانی کے لیے کیا کیا ہے؟ سید علی گیلانی کا لاہور سے گہرا تعلق رہا ہے، وہ ایک زمانے میں کئی برس تک لاہور میں پڑھتے رہے، اپنی سوانح میں انہوں نے لکھا کہ وہ مسجد وزیر خان میں مدرسے میں پڑھے اور قاری لطیف صاحب نے انہیں کئی سپارے حفظ کرائے۔گیلانی صاحب نے محبت سے لکھا کہ آس پاس کے لوگ باہر سے آنے والے

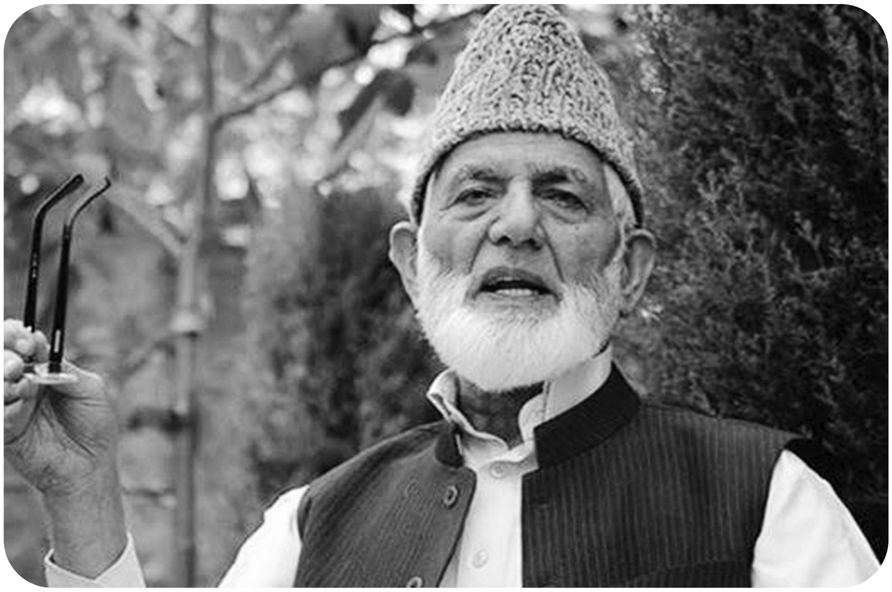

طلبہ کو مفت کھانا کھلایا کرتے تھے۔گیلانی صاحب 50 کے عشرے میں لاہور میں پڑھاتے رہے، پھر وہ جرنلزم میں آگئے، رسالے بھی ایڈٹ کرتے رہے، حتیٰ کہ پھر مقبوضہ کشمیر میں زیادہ بڑے محاذ پر لڑائی لڑنے چلے گئے۔

لاہور میں مختلف مشاہیر کے حوالے سے شہر کے انڈر پاسز کے نام رکھے گئے ہیں، ان میں تحریک پاکستان کے قائدین کے علاوہ ممتاز بلوچ سردار چاکر خان رند اور 16 ویں صدی کی ممتاز کشمیری شاعرہ حبہ خاتون بھی شامل ہیں۔کیا ہی خوب ہو کہ ایک انڈر پاس سید علی گیلانی مرحوم سے منسوب کیا جائے۔مسجد وزیر خان میں بھی ایک سید علی گیلانی کارنر بنایا جاسکتا ہے، ان کی یادگاری تختی لگا دی جائے۔وہاں بہت سے غیر ملکی بھی وزٹ کرتے رہتے ہیں، اچھا ہے کہ اس قرینے سے کشمیر محاذ بھی نمایاں ہوتا رہے۔سب سے زیادہ ضروری ہے کہ پاکستان میں سرکاری سطح پر ایک سید علی گیلانی فاؤنڈیشن بنائی جائے جو گیلانی صاحب کا لکھا تمام کام محفوظ کرے۔ہارڈ کاپی اور سافٹ کاپی میں ان کی کتاب، پمفلٹس اور مضامین سنبھال لیے جائیں، انہیں مختلف انٹرنیٹ آرکائیوز ویب سائٹس پر ڈالا جائے تاکہ انڈیا میں موجود مسلمان بھی رسائی حاصل کرسکیں۔ویسے اگر ممکن ہو تو گیلانی صاحب کے کام کو دیوناگری اسکرپٹ میں بھی پیش کیا جائے تاکہ اردو نہ جاننے والے بھارتی بھی مستفید ہوسکیں۔ چیٹ جی پی ٹی اور دیگر اے آئی ٹولز کی مدد سے یہ باآسانی ہوسکتا ہے۔اس کے لیے مگر ضروری ہے کہ پہلے سید علی گیلانی فاؤنڈیشن بنائی جائے۔یکم ستمبر کو علی گیلانی صاحب کی برسی ہے۔اس موقعے پر اگر یہ بڑا قدم اٹھا لیا جائے تو یہ ہمارے مقبوضہ کشمیر کے بھائیوں کے لیے بہت اچھا اور مثبت پیغام ہوگا۔آزاد کشمیر کی حکومت کو بھی اپنے طور پر ایسا کرنا چاہیے، تاہم ہم پاکستانیوں کو اپنے حصے کا قرض ادا کرنا چاہیے۔سید علی گیلانی مجسم پاکستانی تھے، اپنی آخری سانسوں تک وہ پاکستان کی مالا جپتے رہے۔ اب ہماری باری ہے کہ ہم انہیں یاد رکھیں اور ان کی یادوں کو اپنی اگلی نسلوں تک پہنچائیں بلکہ ان کی یادداشتوں کو کھرچنے، مٹانے کی جو کوششیں بھارتی حکومت کر رہی ہے، اسے ناکام بنایا جائے۔

امام سید علی گیلانیؒ جدوجہد آزادی کشمیر کا عظیم قائد

اویس بلال

امام سید علی گیلانی رحمت اللہ علیہ کشمیر کی تحریک آزادی کے ایک نڈر اور عظیم رہنما تھے جنہوں نے اپنی پوری زندگی کشمیری عوام کی آزادی اور حق خودارادیت کے لیے وقف کر دی۔ وہ نہ صرف ایک سیاسی رہنما تھے بلکہ ایک پرجوش مقرر، اسلامی فلسفہ حیات کے علمبردار، اور علامہ اقبال کے عظیم شیدائی بھی تھے۔ ان کی زندگی مسلسل خطرات سے دوچار رہی، متعدد قاتلانہ حملوں کے باوجود وہ اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہ ہٹے۔ میری سید علی گیلانی رحم اللہ سے پہلی ملاقات 1986 میں ہوئی۔ اس کے بعد متعدد ملاقاتیں ہوتی رہیں، جن میں سے آخری ملاقات 1996 میں ضلع کشتواڑ کے امیر ضلع ماسٹر غلام نبی گندنہ کے گھر پر ہوئی۔ ان ملاقاتوں میں سید علی گیلانیؒ نے نہ صرف تحریک آزادی کے حوالے سے اپنے نظریات پیش کیے بلکہ نصیحت آموز باتیں بھی کیں۔ ان کی ایک خاص نصیحت یہ تھی کہ اپنے مقصد سے کبھی ہٹنا نہیں چاہیے، اطاعت کا خاص خیال رکھا جائے، اور تحریک اسلامی کے لٹریچر کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ وہ اپنے پیروکاروں کو ہمیشہ اپنے راستے پر ڈٹے رہنے کی تلقین کرتے تھے۔

سید علی گیلانی کی زندگی پر متعدد قاتلانہ حملے ہوئے، جن کی تفصیلات درج ذیل ہیں 30: اکتوبر 1995: حیدر پورہ، سرینگر میں ان کے مکان پر زبردست حملہ کیا گیا، جس کا مقصد انہیں قتل کرنا تھا۔ 31 دسمبر 1995: حیدر پورہ میں ہی دوسرا حملہ ہوا، جہاں بھارتی فورسز اور ان کے ایجنٹوں نے مکان پر دھاوا بولا لیکن وہ محفوظ رہے۔ 10 دسمبر 1995: سوپور میں ان کے دو بھائیوں، سید میرک شاہ اور سید ولی محمد شاہ کے مکانات پر حملہ کیا گیا اور انہیں آگ لگا دی گئی۔ 18 دسمبر 1995: سوپور میں ایک اور حملہ ہوا، جہاں ان کے مکان کو بارود سے اڑا دیا گیا، اور یہ ملبے کا ڈھیر بن گیا۔ یکم جنوری 1996: مقبوضہ جموں وکشمیر پولیس کی ٹاسک فورس نے حیدر پورہ میں ان کی رہائش گاہ پر دھاوا بولا اور دو گھنٹے تک تلاشی لی، لیکن کوئی قابل اعتراض چیز نہ ملی۔ 26 مارچ 1996: حیدر پورہ میں ان کے مکان پر ایک طاقتور دھماکہ کیا گیا، جس سے بیرونی دیوار تباہ ہوئی اور دروازوں، کھڑکیوں کو نقصان پہنچا۔ 19 اپریل 1996: حیدر پورہ میں ان کے مکان پر

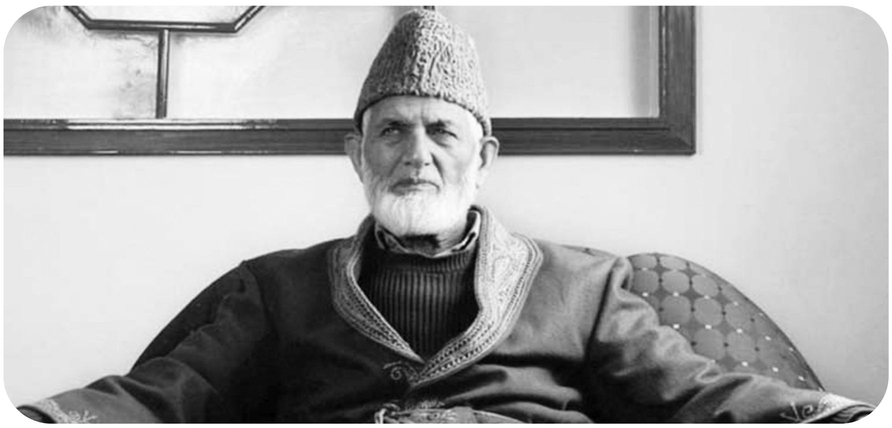

دستی بم سے حملہ کیا گیا لیکن کوئی نقصان نہ ہوا۔ 9 مئی 1996: سوپور کے قریب ہرون گاؤں میں ان کے جلوس پر فائرنگ کی گئی۔ بھارتی فوج کے ایجنٹوں اور راشٹریہ رائفلز نے اس حملے میں حصہ لیا، لیکن وہ محفوظ رہے۔ 9 مئی 1996: چالیس بندوق بردار ان کے مکان میں داخل ہوئے، لیکن چوکیدار کی پھرتی سے حملہ ناکام ہوا۔ 16 مئی 1996: حیدر پورہ میں ان کے مکان پر راکٹ سے حملہ کیا گیا، جو مین گیٹ کے قریب پھٹا، لیکن وہ محفوظ رہے۔ 17 مئی 1996: حیدر پورہ میں دستی بموں سے حملہ کیا گیا، جس سے عمارت کی بیرونی دیوار کو نقصان پہنچا۔ 8 جون 1996: حیدر پورہ میں بھارتی فوج اور ایجنٹوں نے دستی بم پھینکے اور سینکڑوں گولیاں برسائیں، لیکن وہ محفوظ رہے۔ 13-14 اکتوبر 1996: ایئر پورٹ روڈ سے ان کے مکان پر 30 منٹ تک گولیاں برسائی گئیں۔ 12 مارچ 1999: جموں میں استقبالیہ تقریب پر ہندو انتہا پسندوں نے حملہ کیا۔ 7 ستمبر 1999: ہندواڑہ میں ریلی پر بی ایس ایف کی 172 بٹالین نے حملہ کیا۔ 8 ستمبر 1999: ہندواڑہ میں ایک اور ریلی پر سپیشل ٹاسک فورس نے حملہ کیا، جہاں گولی ان کے قریب سے گزری۔ 30 جون 2000: ماگام ہندواڑہ میں ریلی سے واپسی پر بھارتی فوجیوں نے حملہ کیا۔ ان کے اپنے بیان کے مطابق، ان پر 40 سے زائد قاتلانہ حملے ہوئے، لیکن اللہ کے فضل سے وہ ہر بار محفوظ رہے۔ امام سید علی گیلانی باطل حکمرانوں کے لیے ایک طوفان تھے۔ ان کی زبان کو روکنے کے لیے بھارتی سرکار اور کٹھ پتلی ریاستی حکومت نے ظلم کی انتہا کر دی، لیکن وہ اپنی جائز جدوجہد سے کبھی پیچھے نہ ہٹے۔ وہ اردو اور کشمیری زبان کے پرجوش مقرر، اسلامی فلسفہ حیات کے علمبردار، اور علامہ اقبالؒ اور سید مودودیؒ کے عظیم شیدائی تھے۔ ان کے خطابات میں ہمیشہ یہ نعرے گونجتے تھے: ہم کیا چاہتے۔۔۔ آزادی۔ آزادی کا مطلب کیا۔۔۔ لا الہ الا اللہ۔ اسلام کی نسبت سے۔۔۔ ہم پاکستانی ہیں، پاکستان ہمارا ہے۔ سید علی گیلانیؒ علامہ اقبال کے اس شعر کی عملی تفسیر تھے، یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے۔۔۔ لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا۔ ان کی زندگی اس شعر کی عملی تصویر تھی، کیونکہ انہوں نے ہر مشکل حالات میں اپنے ایمان اور مقصد پر استقامت دکھائی۔ سید علی گیلانی رحمتہ اللہ علیہ ایک ایسی شخصیت تھے جنہوں نے اپنی زندگی کشمیر کی آزادی کے لیے وقف کر دی۔ وہ مظلوم کشمیریوں اور فلسطینیوں کی آواز تھے۔ بقول مدیر اعلیٰ ماہنامہ کشمیر الیوم، وہ ہرفن مولا، نبض شناس، اور مظلوم عوام کی زبان تھے۔ ان کی جدوجہد اور قربانیاں ہمیشہ کشمیری عوام کے دلوں میں زندہ رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، آمین

اقوام متحدہ کی قراردادیں مسئلہ کشمیر کی روح ہیں

جس گھرانے میں آنکھ کھولی، وہ خالصتاً مذہبی گھرانہ تھا

دادا جان محاذ رائے شماری کے رہنما کی حیثیت سے گرفتار ہوئے۔ وہ ابتدائی دور سے ہی تحریکِ آزادی کے ساتھ سرگرم رہے اور جیلیں بھی کاٹیں

تحریکِ آزادی کشمیر کے عظیم رہنما اور بطلِ حریت سید علی گیلانیؒ جب بھی وہ تشریف لاتے، والد صاحب ان کی میزبانی کی سعادت حاصل کرتے

میری خوش قسمتی سمجھیں کہ کچھ ٹیسٹ پاس کرنے کے بعد برطانیہ میں کالج نے مجھے مکمل شکالرشپ آفر کیا

میں سرزمین کشمیر سے تعلق رکھنے والا پہلا فرد ہوں، جس نے آج سے 21 برس قبل AI کے میدان میں تعلیم حاصل کی۔ 2021 میں اس فیلڈ میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی

دنیا تنازعہ کشمیر اور فلسطین کو مذہبی نقطہ نظر سے دیکھتی ہے، اسی لیے وہ ان کے حل میں مداخلت سے گریز کرتی ہے

گو کہ ہمارا نظریہ واضح ہے، البتہ منزل ایک نہیں ہے۔ ہم تین نظریات میں تقسیم یا بٹے ہیں

اقوام متحدہ کی قراردادیں مسئلہ کشمیر کی روح ہیں۔ طاقت، سیاست اور سفارت کاری میں نئی شدت اور جدت لانے کی ضرورت ہے

مقبوضہ جموں وکشمیر کی آزادی کے لیے ایک مضبوط اور مربوط عسکری قوت کا استعمال بھی ضروری ہے، اور اس کی اجازت اقوام متحدہ کے چارٹر میں موجود ہے

ظفر احمد قریشی کا تعلق شمالی کشمیر کے ضلع بارہمولہ سے ہے۔ وہ معروف کشمیری سیاسی وسماجی رہنما جناب نذیر احمد قریشی کے فرزند ہیں، جنہوں نے تحریکِ آزادی کشمیر کے مختلف ادوار میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ظفر احمد قریشی نہ صرف اپنے والد کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں بلکہ جلاوطنی کے باوجود انہوں نے تحریکِ آزادی کشمیر کو عالمی سطح پر اجاگر کرنے کے لیے ایک موثر سفارتی محاذ قائم کیا ہے۔ برطانیہ میں مقیم کشمیریوں کی نمائندہ تنظیم ''کشمیر کیمپین گلوبل'' کے چیئرمین کی حیثیت سے وہ کئی برسوں سے بین الاقوامی سطح پر کشمیریوں کے حق خودارادیت کی آواز بلند کر رہے ہیں۔ حالیہ دنوں میں پاکستان آمد کے موقع پر انہوں نے مختلف کشمیری و پاکستانی حلقوں سے ملاقاتیں کیں اور اسی سلسلے میں ''ماہنامہ کشمیر الیوم'' کے دفتر تشریف لائے۔ یہاں ان سے تحریکِ آزادی، جلاوطنی کے تقاضے، نوجوان نسل کی ذمہ داریاں، اور مسئلہ کشمیر کی موجودہ عالمی صورتِ حال پر تفصیلی گفتگو کی گئی۔ اس انٹرویو کا اقتباس قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ (شیخ محمد امین، قیصر فاروق، شہباز بڈگامی، محمد لطیف ڈار)

سوال : کچھ اپنے بچپن کے بارے کہنا پسند فرمائیں گے

جواب : اپنے آبائی گاؤں میں قائم سرکاری سکول سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آبادی کے لحاظ سے یہ ایک بڑا علاقہ تھا، لیکن سکول صرف ایک ہی تھا۔ چونکہ جس گھرانے میں میری آنکھ کھولی، وہ خالصتاً مذہبی گھرانہ تھا، سرکاری سکول میں بنیادی دینی تعلیم کا فقدان تھا۔ ہمارا گھرانہ اس علاقے کا پہلا گھر تھا جو جماعت تحریک اسلامی کے ساتھ وابستہ تھا اور بعد میں ایک مضبوط حلقہ مانا جاتا تھا، جس کی بنیاد والد صاحب نے رکھی۔ یہاں ایک کمرے میں درسگاہ قائم کی گئی، جس کے مدرس عبدالغنی ڈار صاحب تھے، جو بعد میں شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔ اس درسگاہ کو بعد میں ہائی سکول کا درجہ ملا، جو فلاح عام ٹرسٹ

کے زیرِ اہتمام چلتا رہا۔ اس سکول میں مروجہ تعلیم کے ساتھ دینی تربیت کا بھی خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ جماعت کے ایک رفیق نے درسگاہ کے لیے 10 مرلہ زمین وقف کی، اور والد صاحب اور حلقہ جماعت اس کے اخراجات پورے کرتے رہے۔ 1987 تک اسی دینی مدرسے میں زیرِ تعلیم رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ تیسری جماعت اسی مدرسے سے پاس کی۔ 80 کی دہائی میں والد صاحب سعودی عرب جا چکے تھے، لہٰذا فیملی کے ساتھ ان کے پاس سرزمین مقدس پر جانے کا موقع ملا۔ 1985 میں والد محترم آخری مرتبہ اپنی سرزمین اور آبائی علاقے آئے تھے۔ تب سے لے کر آج تک وہ دوبارہ مقبوضہ کشمیر نہیں جا سکے۔ ان کا کوئی خطا نہیں سوائے اس کے کہ وہ بچپن سے تحریکِ اسلامی مقبوضہ جموں وکشمیر اور تحریکِ آزادی کے ساتھ وابستہ تھے اور بھارت کے قبضے کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بھارتی حکومتوں کی آنکھوں میں کانٹوں کی طرح کھٹکتے ہیں۔ سعودی عرب میں قیام کے دوران میرا تعلیمی سلسلہ جاری رہا۔

سوال: اپنے اور اپنے خاندان کے تحریکی پس منظر پر روشنی ڈالیں

جواب: اپنے بڑوں سے سنا ہے کہ 1947 سے 1949 کے درمیان، جب مہاراجہ ہری سنگھ اور بھارت کے خلاف کشمیری عوام کی تحریکِ آزادی زوروں پر تھی، میرے دادا جان محاذِ رائے شماری کے رہنما کی حیثیت سے گرفتار ہوئے۔ وہ ابتدائی دور سے ہی تحریکِ آزادی کے ساتھ سرگرم رہے اور جیلیں بھی کاٹیں۔ میرے پھوپھا، جن کا نام غلام نبی تھا، موجودہ تحریکِ آزادی کے ابتدائی برسوں میں بھارتی فوجیوں کی گولیوں کا شکار بنے۔ ہماری والدہ مقبوضہ کشمیر نہیں گئیں، البتہ 1994 کے بعد والدہ محترمہ نے مقبوضہ کشمیر کا چکر لگایا۔ میں خود تین سے چار بار مقبوضہ کشمیر جا چکا ہوں۔

سوال۔ کیا آج بھی آپ کا مقبوضہ کشمیر آنا جانا ہے؟

جواب۔ نہیں جناب، 2017 کے بعد مجھے مقبوضہ کشمیر جانے کا موقع نصیب نہیں ہوا۔ البتہ تحریکِ آزادی کشمیر کے عظیم رہنما اور بطلِ حریت سید علی گیلانیؒ کے ساتھ میرا مستقل رابطہ رہا۔ جب بھی وہ تشریف لاتے، والد صاحب ان کی میزبانی کی سعادت حاصل کرتے۔ میں ویڈیو کال بھی کرتا تھا۔ 2014 میں جب مقبوضہ کشمیر سیلاب کی بدترین صورتِ حال سے دوچار ہوا، تو میں نے خیراتی کاموں میں بھرپور حصہ لیا اور تمام تر صورتِ حال کی خود نگرانی کی۔ دہلی میں ہمارے تین کنٹینر روک گئے، جن میں سیلاب متاثرین کے لیے سامان تھا، لیکن صرف ایک کنٹینر دیا گیا۔ اس سامان میں زیادہ تر قیمتی کمبل تھے، جو ایک صاحب ثروت نے عطیہ کیے تھے۔ ممبئی پورٹ پر بھی مال بدلا گیا۔ 2014 میرا کشمیر کا آخری دورہ تھا، جس میں تحریکِ آزادی کے قائدین سید علی گیلانیؒ، میر واعظ عمر فاروق، اور دیگر رہنماؤں سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ دہلی میں امیگریشن کے نام پر مجھے روکا گیا اور ایک گھنٹے تک سوال و جواب کے مراحل سے گزرنا پڑا۔ چار گھنٹوں بعد دہلی سے سرینگر کی فلائٹ تھی۔ وہاں میرا پیچھا کیا گیا، لیکن میں ایئرپورٹ سے باہر نکل کر بذریعہ سڑک سرینگر پہنچا۔ سرینگر پہنچ کر دوسرے دن مرحوم الطاف شاہ صاحب سے ملاقات کی۔ اس کے بعد سید علی گیلانیؒ اور ان کے جانشین و دست و بازو محمد اشرف صحرائیؒ سے الگ الگ ملاقاتیں ہوئیں، جن میں زیادہ تر گفتگو تحریکِ آزادی کشمیر کے خدوخال پر ہوئی۔ کچھ دن قیام کے بعد واپسی ہوئی۔ 2014 میرا مقبوضہ کشمیر کا آخری دورہ تھا۔ اس کے بعد رشتہ داروں یا دیگر عزیز و اقارب سے کوئی رابطہ نہیں رہا۔ 2014 سے قبل 2005 میں، جب مقبوضہ کشمیر کے سرحدی علاقوں میں زلزلہ آیا، تو میں اوڑی گیا اور وہاں ریلیف کے کاموں میں حصہ لیا۔

سوال۔ تعلیم کا سلسلہ سعودی عرب میں کہاں تک جاری رہا؟

جواب۔ 1997 میں سعودی عرب میں ہی میٹرک تیسری پوزیشن کے ساتھ پاس کیا، جس کے عوض مجھے بطور تعلیمی ٹرپ برطانیہ کا ٹکٹ ملا۔ برطانیہ میں دوستوں نے اصرار کیا کہ سعودی عرب کے بجائے برطانیہ میں تعلیم جاری رکھوں۔ سالانہ فیس دو ہزار پاؤنڈ تھی۔ میری خوش قسمتی کہ چند ٹیسٹ پاس کرنے کے بعد برطانیہ کے ایک کالج نے مجھے مکمل اسکالرشپ کی پیشکش کی۔ اس کے بعد میں نے چار مضامین میں A-Level کیا، جو 2001 میں مکمل ہوا۔ ان مضامین میں انفارمیشن ٹیکنالوجی (IT) بھی شامل تھا۔ آرٹیفیشل انٹیلی جنس (AI) میں ڈگری 2004 میں مکمل کی۔ مجھے فخر ہے کہ میں سرزمین کشمیر سے تعلق رکھنے والا پہلا فرد ہوں جس نے 21 برس قبل AI میں ڈگری حاصل کی۔ 2021 میں ڈیٹا اینالیٹکس میں ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کی اور اللہ کا شکر ہے کہ آکسفورڈ سے AI میں پوسٹ گریجویٹ ایگزیکٹو پروگرام مکمل کیا

سوال۔ برطانیہ میں آپ کے کیا مشاغل ہیں؟

جواب۔ 2005-06 میں پڑھائی کے دوران ہی عملی زندگی کا سفر شروع کیا اور ووڈافون کمپنی میں ملازمت اختیار کی۔ اس کے بعد یورپین کونسل اور برمنگھم سٹی کونسل میں بھی ملازمت کی۔ چونکہ میری تحریکِ آزادی کشمیر کے ساتھ عملی وابستگی شروع سے تھی، اس لیے 1999 میں مرسی کے صدر دفتر کے ساتھ منسلک ہوگیا، جس کے سربراہ مرحوم ڈاکٹر ایوب ٹھاکر تھے۔ تحریک کشمیر

برطانیہ کے بانی علامہ مشہدی صاحب تھے۔ میں ان کی سنجیدگی، لگن اور محنت سے کافی متاثر ہوں۔ بارش ہو یا دھوپ، وہ کام سے تھکنے کا نام نہیں لیتے تھے۔ وہ نمود و نمائش کے قائل نہیں تھے اور ان کا آخرت پر کامل ایمان تھا

سوال۔ڈاکٹر محمد ایوب ٹھاکر صاحب کے ساتھ آپ کا پہلا رابطہ کب ہوا؟

جواب۔جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں، 1999 میں میرا ڈاکٹر صاحب سے رابطہ ہوا جب میں مرسی دفتر کے ساتھ منسلک ہوا۔ بلاشبہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی پوری زندگی تحریک آزادی کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ ان کا ایک باضابطہ ایجنڈا تھا اور ایک ذہین ٹیم تھی۔ امریکہ میں ڈاکٹر غلام نبی فائی، مڈل ایسٹ میں ڈاکٹر غلام نبی میر، اور سعودی عرب میں میرے والد محترم نذیر احمد قریشی اس ٹیم کا حصہ تھے۔ میری یادداشت کے مطابق، کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرا جب ڈاکٹر صاحب نے مسئلہ کشمیر کا ذکر نہ کیا ہو۔

سوال۔نو گیارہ سے کیا اثرات پڑے بالخصوص مسئلہ کشمیر اور فلسطین پر۔آپ کی تنظیم کشمیر کیمپین گلوبل کا کیا کردار رہا؟

جواب۔نائن الیون (11/9) کے بعد حالات نے سو فیصد پلٹا کھایا۔صورت حال بدل گئی اور وہ پہلی جیسی حمایت ختم ہو گئی۔ میں اس وقت ووڈافون کے دفتر میں تھا۔ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے حالات یکسر بدل گئے، بالخصوص مسئلہ کشمیر اور فلسطین کو بہت نقصان ہوا، اور یہ دونوں تنازعات پس پشت چلے گئے۔ 1947 سے یہ دونوں علاقے غیر ملکی قبضے میں ہیں اور عوام غلامی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ دنیا ان تنازعات کو تسلیم تو کرتی ہے، لیکن حق خود ارادیت کے معاملے میں حد درجہ غفلت برت رہی ہے۔ مسئلہ کشمیر کو پاک-بھارت تنازعہ سمجھا جاتا ہے۔ چونکہ دونوں مقامات پر مسلمان پس رہے ہیں، دنیا اسے مذہبی نقطہ نظر سے دیکھتی ہے اور اسی لیے حل میں مداخلت سے گریز کرتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہمیں اپنی مرضی سے جینے کا حق نہیں؟ جس دن مقبوضہ جموں و کشمیر میں رائے شماری ہوئی، کشمیری عوام پاکستان کے حق میں ووٹ دیں گے، اور دنیا اس موقف سے بخوبی آگاہ ہے۔ اسی لیے وہ خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔ جنیوا میں لاپتہ افراد کے بارے میں ایک کانفرنس ہوئی، جس میں دنیا کی چار بڑی این جی اوز شریک تھیں، جن میں کشمیر کیمپین گلوبل بھی شامل تھی۔ میں نے خود اس کی نمائندگی کی۔ 70 ممالک کے نمائندے موجود تھے۔ حیران کن طور پر بلوچستان کی سات این جی اوز بھی تھیں۔ میں نے خرم پرویز اور ہزاروں لاپتہ کشمیریوں کے حق میں بھرپور مہم چلائی۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ اس کانفرنس میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیو گوتریس بھی موجود تھے۔ میں نے ان کے ساتھ تبادلہ خیال کیا اور ان کی توجہ ان کی شائع کردہ رپورٹ پر دلائی، جس میں مقبوضہ کشمیر کا ذکر ہی نہیں تھا۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ واقعی کشمیر کا ذکر ہونا چاہیے۔ میں نے کشمیر سینٹر یورپ میں بھی کام کیا ہے

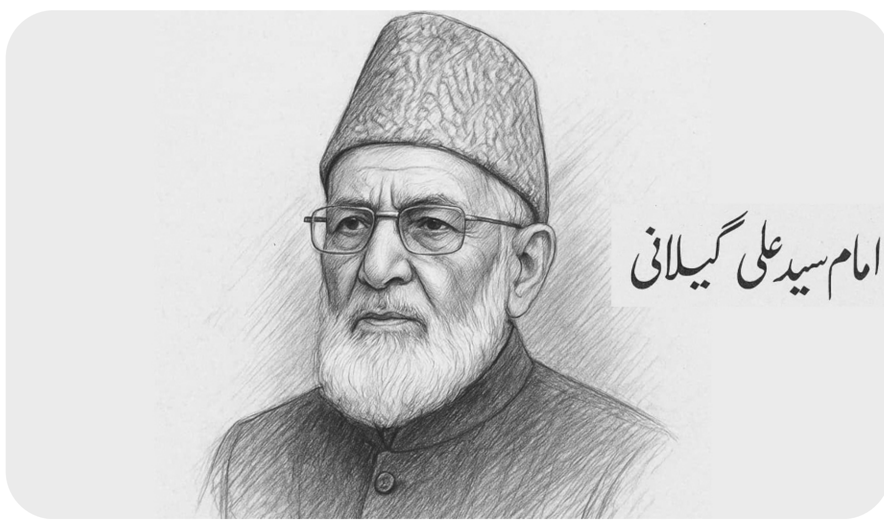

سوال: آزاد کشمیر کے لاکھوں لوگ باہر کی دنیا میں ہیں، بحیثیت کشمیری ہم کہاں کھڑے ہیں اور کیا وہ اپنی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں؟ فلسطینیوں اور ہم میں کوئی فرق محسوس کر رہے ہیں؟

جواب : معذرت کے ساتھ، ہم میں نا اتفاقی زیادہ ہے۔ برطانیہ میں آزاد کشمیر سے تعلق رکھنے والے 15 لاکھ لوگ مقیم ہیں، لیکن مسئلہ کشمیر پر جب بھی کوئی پروگرام ہوتا ہے، شرکت نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ گو کہ ہمارا نظریہ واضح ہے کہ ''آزادی کشمیر''، لیکن سوچ اور راہیں الگ الگ ہیں۔ ہم تین نظریات میں بٹے ہوئے ہیں، جبکہ فلسطینی عوام صرف ایک نظریہ رکھتے ہیں : صیہونی اسرائیل سے آزادی۔ باہر کی دنیا میں آزاد کشمیر کا نوجوان طبقہ تحریک آزادی سے نظریاتی طور پر بہت کم وابستہ ہے۔ بھارت نے فکری بنیادوں پر بہت کام کیا ہے اور نوجوانوں کے ذہنوں میں یہ ڈالا جا رہا ہے کہ پاکستان آپ کی زمینوں پر قبضہ کر رہا ہے، جو سراسر بے بنیاد ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تحریکِ آزادی کے لیے کام کرنے والوں کی تعداد کم ہے۔ ہمیں یکسو ہو کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ 6 ستمبر کو ہم نے لندن میں ایک بڑا پروگرام کیا، جس میں سابق وزیراعظم

آزاد کشمیر راجہ فاروق حیدر خان واشنگٹن سے شریک ہوئے۔ بیرسٹر سلطان محمود چوہدری اور چوہدری محمد یاسین بھی شریک تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ لندن پولیس سے چار ہزار افراد کے لیے جگہ مانگی گئی تھی، لیکن ریلی میں ہزاروں افراد شریک ہوئے۔ المیہ یہ ہے کہ ہم نے خود ہی تحریک کو عالمی سطح پر تنہا چھوڑ دیا اور دوسروں کے حوالے کر دیا۔ ہمیں ایک آواز بننا ہے۔

سوال: کن کشمیری رہنماؤں سے آپ دیارِ غیر میں قریب رہے یا ان کی جدوجہد کو قریب سے دیکھا؟

جواب: ڈاکٹر ایوب ٹھاکرؒ کے ساتھ ساتھ مرحوم پروفیسر نذیر احمد شال سے خاص تعلق رہا۔ ان کی اہلیہ محترمہ شمیم شال بھی تحریک کی نمائندگی کرتی ہیں۔ امریکہ میں ڈاکٹر غلام نبی فائی، ڈاکٹر غلام نبی میر، اور امتیاز خان سفارتی محاذ پر سرگرم ہیں۔ میرا بیرسٹر عبدالمجید ترمبو، محمد غالب، ڈاکٹر نذیر گیلانی، ڈاکٹر عنایت اللہ اندرابی، پروفیسر ظہور خان، لارڈ قربان حسین، اور لارڈ نذیر احمد کے ساتھ بھی رابطہ ہے۔

سوال: تحریک آزادی کی نوعیت کے بارے میں کچھ روشنی ڈالنا پسند کریں گے؟

جواب: پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ کام کرنا ہے کہ کامیابی ہمارا مقدر ہے۔ دنیا میں اب ایک نیا بیانیہ وجود میں آیا ہے کہ طاقت ہی سرچشمہ ہے۔ اس کا عملی مشاہدہ 6 سے 10 مئی تک پاک-بھارت کشیدگی میں دنیا نے دیکھا۔ 5 اگست 2019 کو بھارت کی جانب سے مقبوضہ جموں وکشمیر کی خصوصی حیثیت کی منسوخی کے بعد امریکہ، چین، اور روس بھی اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ حق خودارادیت ایک عمل ہے، جس میں پاکستان یا بھارت میں سے کسی ایک کے ساتھ مستقبل وابستہ کرنے کی بات ہے۔ اقوام متحدہ کی قراردادیں مسئلہ کشمیر کی روح ہیں۔ طاقت، سیاست، اور سفارت کاری میں نئی شدت اور جدت لانے کی ضرورت ہے۔

سوال: تحریک آزادی کا مستقبل کیا دیکھ رہے ہیں؟

جواب: ہمیں اپنی کوششیں نہ صرف جاری رکھنی ہیں بلکہ ان میں شدت اور جدت لانی ہے۔ تحریک کو باہر سے جتنا مضبوط کرنا ہے، اس سے زیادہ مقبوضہ جموں وکشمیر کے اندر سے اسے فعال، منظم، اور مربوط کرنا ناگزیر ہے۔ تحریک کی پوری قیادت بھارتی جیلوں میں مقید ہے۔ قائدِ حریت سید علی گیلانیؒ کی جدائی سے قیادت میں ایک بڑا خلا پیدا ہوا، جسے پُر تو نہیں کیا جا سکتا، لیکن ان کے نقشِ قدم پر چل کر کام کرنا ہوگا۔ بھارت نے مقبوضہ جموں وکشمیر میں مواصلاتی نظام پر پابندی لگائی، ذرائع ابلاغ کا گلا گھونٹا، اور آزادیِ رائے معدوم ہے۔ لوگوں کی گرفتاریوں اور معصوم کشمیریوں کے قتل عام کا سلسلہ جاری ہے، جو نسل کشی کے زمرے میں آتا ہے۔ بیرونِ ریاست لوگوں کو بڑی تعداد میں ڈومیسائل دیے جا رہے ہیں تاکہ مستقبل میں رائے شماری پر اثر انداز ہوا جائے۔ ہمیں اقوام متحدہ، امریکہ، برطانیہ، اور دیگر پارلیمنٹوں میں بھارت کے اس خوفناک منصوبے کو بے نقاب کرنا ہے۔ ہمارا بنیادی مقصد مقبوضہ جموں وکشمیر کی آزادی ہے، جس کے لیے مضبوط اور مربوط عسکری تحریک لازم ہے۔ بھارت غرور کے نشے میں دھُت ہے، اور دنیا نے مجرمانہ خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ اور ان کے نائب جے ڈی وینس نے کہا تھا کہ پاک-بھارت کشیدگی ان کا آپسی معاملہ ہے، لیکن 10 مئی کی کارروائی نے کایا پلٹ دی۔ ٹرمپ اور ان کی انتظامیہ ہل کر رہ گئی۔ ان شاءاللہ ہماری جدوجہد رنگ لائے گی، اور ہم آزادی کا سورج ضرور دیکھیں گے۔

کشمیر الیوم کے قارئین کے نام آپ کا پیغام

دس لاکھ بھارتی فوجی مقبوضہ جموں وکشمیر میں تعینات ہیں۔ ہمیں اس جارح افواج کے خلاف خود کو تیار کرنا ہے اور آگے بڑھنا ہے۔ شہداء کے لواحقین کو یقین دلانا ہے کہ پوری قوم ان کی پشت پر پوری قوت سے کھڑی ہے۔ شہداء اور زخمیوں کا خیال رکھنا، ماؤں اور بہنوں کی عزت وعصمت کا تحفظ ہر حال میں کرنا ہے۔ اپنا بیانیہ مضبوط سے مضبوط تر بنانا ہے۔ بھارت کے خلاف پاکستان کی حالیہ کامیابی نے صورتِ حال کو ہمارے حق میں ہموار کیا ہے۔ سوشل میڈیا سمیت تمام محاذوں پر سرگرم اور متحرک ہونا ہے۔

وصیت یا مسلم دنیا کے خلاف ایف آئی آر؟

سید عارف بہار

غزہ آزاد فلسطین اور آزادی فلسطین کا ایسا آخری چراغ تھا جو دشمن کی سفاکی اور اپنوں کے شوق ِ تماش بینی کے باعث ٹمٹما رہا ہے۔ آزاد فلسطین کی یادیں اور لہریں صرف غزہ کی آزاد فضاوں اور اہل غزہ کی آزاد اداؤں میں دکھائی دیتی تھیں۔ اسرائیل کی بے رحم ہوائیں اس آخری چراغ کو بجھانے کے در پہ ہیں۔ غزہ اگر فلسطین کی آزادی کا استعارہ اور آواز تھا تو الجزیزہ کے صحافی انس الشریف میڈیا کی دنیا میں غزہ کی آخری ڈوبتی اور ڈولتی آواز تھی جو اسرائیل نے خاموش کر دی۔

لکھتے رہے جنوں کی حکایات خونچکاں
ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

فیض کا یہ شعر آج صرف فلسطینی صحافیوں پر صادق آتا ہے جو ایک کے بعد دوسرے اپنے لوگوں کی آواز اور حالت زار بے حس دنیا تک پہنچانے کی کوششوں میں جانیں قربان کر رہے ہیں۔ انس الشریف غزہ کے الشفاء ہسپتال کے باہر ایک خیمے میں میڈیا کیمپ لگائے بیٹھے تھے۔ ہسپتال ایک ایسا مقام ہوتا ہے جہاں جنگ اور ظلم کے زخمی آتے ہیں اور ہر زخمی کے خون آلود لباس کے ساتھ کئی کہانیاں بھی ہوتی ہیں اور اس طرح ایک فرض شناس اور دیانت دار رپورٹر کے لئے ہسپتال سے بہتر خبر حاصل کرنے کا کوئی مقام نہیں ہوتا۔ انس الشریف بھی اسی لئے ہسپتال کے باہر واقعات اور دردناک کہانیوں کے انتظار اور استقبال کے لئے موجود تھی۔ ایک رپورٹر کی آزاد روی اور آزاد منشی اسرائیل کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹک رہی تھی۔ سو گزشتہ اتوار انہوں نے الشفا ہسپتال کے باہر میڈیا کیمپ کو نشانہ بنا کر

انس الشریف اور ان کے پانچ ساتھیوں کو شہید کر دیا۔ خوبصورت اور ہنس مکھ انس اسرائیل کی نسل کشی کی سفاکانہ پالیسیوں سے دنیا کو آگاہ کرتا تھا۔ ویسے دنیا نے اسرائیل کا کیا بگاڑ لینا تھا مگر ظالم کی طاقت کے اندر پنہاں ایک کمزوری بدنامی کا خوف ہوتا ہے۔ اسے ظلم کرنے سے خوف نہیں آتا اس ظلم کی تشہیر اور نشر واشاعت سے خوف آتا ہے۔ ظالم ظلم کرنا بھی چاہتا ہے مگر اپنا چہرہ اور ہاتھ خون آلود بھی نہیں کرنا چاہتا۔ الجزیزہ عربی کے اٹھائیس سالہ صحافی انس الشریف نے شہادت سے چند گھنٹے پہلے اپنے ایکس اکاونٹ پر لکھا کہ "اسرائیل نے غزہ شہر کے مشرقی اور جنوبی حصوں جنہیں فائر بیلٹس کہا جاتا ہے پر بمباری شروع کر دی ہے۔ انس الشریف کی شیئر کی گئی وڈیو میں اسرائیلی میزائلوں کی گونج واضح طور پر سنائی دے رہی ہے جبکہ تاریک آسمان نارنجی روشنی سے منور ہو رہا ہے"۔ انس کی شہادت کے بعد رواں برس اپریل میں ان کا شیئر کیا گیا پیغام دوبارہ شیئر کیا گیا۔ یہ ایک جرات مند اور فرض شناس اپنے کام اور وطن سے محبت کرنے والے ایک پروفیشنل صحافی کی وصیت نہیں بلکہ مصلحت کوش کمپرومائزڈ اور بزدل مسلم دنیا کے خلاف ایف آئی آر ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں درج ہوگئی ہے۔ صحافی اور قلم کار اس پر عرب کی روایتی فصیح البیانی نے انس الشریف کی اس تحریر کو الفاظ وجذبات کا سیل رواں بنا دیا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ یہ میرا آخری پیغام اور وصیت ہے۔ اگر یہ پیغام تم تک پہنچے تو سمجھو اسرائیل مجھے قتل کرنے اور میری آواز خاموش کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ انہوں نے لکھا کہ اللہ جانتا ہے کہ میں اپنی پوری کوشش اور تمام قوت صرف کی تاکہ اپنے لوگوں کی آواز اور ان کا سہارا بن سکوں۔ جب سے میں نے جبالیا پناہ گزین کیمپ میں آنکھ کھولی میری امید تھی کہ اللہ میری زندگی کو اتنا طویل کرے کہ میں اپنے عزیزوں اور اہل خانہ کے ساتھ اپنے اصل قصبے مقبوضہ عسقلان لوٹ سکوں لیکن اللہ کی مرضی مقدم اور اس کا فیصلہ اٹل ہے۔ میں نے درد کو اس کی تمام جزئیات کے ساتھ سہا مگر کبھی سچائی کو کسی بگاڑ یا توڑ مروڑ کے بیان کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی تاکہ اللہ ان لوگوں پر گواہ ہو جو خاموش رہے جو ہماری ہلاکت پر راضی رہے جنہوں نے ہماری سانسیں گھونٹ دیں۔ جن کے دل ہمارے بچوں اور عورتوں کے

غزہ آزاد فلسطین اور آزادی فلسطین کا ایسا آخری چراغ تھا جو دشمن کی سفاکی اور اپنوں کے شوق ِ تماش بینی کے باعث ٹمٹما رہا ہے۔ آزاد فلسطین کی یادیں اور لہریں صرف غزہ کی آزاد فضاوں اور اہل غزہ کی آزاد اداؤں میں دکھائی دیتی تھیں۔ اسرائیل کی بے رحم ہوائیں اس آخری چراغ کو بجھانے کے در پہ ہیں۔ غزہ اگر فلسطین کی آزادی کا استعارہ اور آواز تھا تو الجزیزہ کے صحافی انس الشریف میڈیا کی دنیا میں غزہ کی آخری ڈوبتی اور ڈولتی آواز تھی جو اسرائیل نے خاموش کر دی

لاشے دیکھ کر بھی نہ پگھلے۔جنہوں نے اس قتل عام کو نہ روکا جو ہمارے عوام ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصے سے سہہ رہے ہیں۔انہوں نے مزید لکھا کہ میں فلسطین کو تمہارے سپرد کرتا ہوں جو مسلم دنیا کا تاج ہے۔دنیا کے ہر آزاد انسان کی دھڑکن ہے۔میں اس کے عوام اور بے گناہ بچوں کو تمہارے سپرد کرتا ہوں جنہیں نہ خواب دیکھنے کا وقت ملا نہ ہی امن وسلامتی میں جینے کا۔ان کے معصوم جسم اسرائیل کی بموں اور میزائلوں کے ہزاروں ٹن وزن تلے کچلے گئے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دیواروں پر بکھر گئے۔انس الشریف نے لکھا کہ زنجیریں تمہیں خاموش نہ کر سکیں نہ ہی سرحدیں تمھیں روک سکیں۔زمین اور اس کی آزادی تک تم پل بنو یہاں تک کہ عزت اور آزادی کا سورج ہماری چھنے ہوئے وطن پر طلوع ہو۔انہوں نے لکھا میں تمہارے سپرد کرتا ہوں اپنے پیارے بیٹے صلاح کو جس کا سہارا بننے اور زندگی کے سفر میں ساتھ دینے کی میں نے خواہش کی تھی۔ یہاں تک کہ وہ اتنا مضبوط ہو جاتا کہ میرا بوجھ اُٹھا سکے اور میرا مشن آگے بڑھا سکے۔میں تمہارے سپرد کرتا ہوں اپنی پیاری ماں کو جن کی دعاؤں نے مجھے اس مقام تک پہنچایا۔جن کی مناجات میرے لئے قلعہ ثابت ہوئیں۔جن کے نور نے میرے رستے کو روشن کیا۔میں دعا کرتا ہوں اللہ انہیں قوت عطا کرے اور میری طرف سے اچھا بدلہ دے۔انس الشریف نے اپنی اہلیہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں اپنی پیاری شریک حیات کو تمہارے سپرد کرتا ہوں جسے جنگ نے طویل مہینوں سے مجھ سے دور کر دیا ہے۔پھر بھی وہ ہماری وفادار ہیں زیتون کے درخت کے تنے کی طرح مضبوط جو کبھی جھکتا نہیں۔انس نے لکھا کہ اگر میں مرجاؤں تو اپنے اصول پر ثابت قدم رہتے ہوئے مروں گا۔انہوں نے نصیحت کی کہ غزہ کو مت بھولنا اور مجھے بھی اپنی مخلص دعاؤں میں معافی اور قبولیت کے لئے یاد رکھنا۔رواں برس اپریل میں لکھی ہوئی انس کی یہ وصیت چند ماہ بعد ہی اس وقت منظر عام پر آئی جب انس الشریف اسرائیل کی بمباری میں شہید ہو گئے۔اسرائیلی میڈیا نے بے رحمی اور شقاوت قلبی کا روایتی مظاہرہ کرتے ہوئے انس کی موت پر خوشی کا اظہار کیا اور اسے حماس کا رکن بتایا اور تسلیم کیا کہ انہیں جان بوجھ کر نشانہ بنایا گیا۔انس کی شہادت پر قطر اور ترکی کے راہنماؤں نے مذمتی بیان جاری کئے۔قطر کے وزیراعظم اور وزیر خارجہ نے کہا کہ غزہ کی پٹی میں صحافیوں کو نشانہ بنانا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ جرائم انسانی تصور سے بڑھ کر ہیں۔الجزیرہ ٹی وی نیٹ ورک نے بھی انس الشریف کی شہادت پر اپنا بیان جاری کیا اور کہا انس الشریف اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنے کا حکم غزہ پر قyبضے اور تسلط کے منصوبے کو بے نقاب کرنے والی آوازوں کو خاموش کرنے کی مایوس کن کوشش ہے۔جب انس الشریف کا میڈیا ٹینٹ چیتھڑو میں ڈھل گیا تھا اور چہار سو دھواں پھیل رہا تھا تو ایک وڈیو پیغام میں انس الشریف کی معصوم بیٹی کی آنسوؤں سے تر آنکھوں کے ساتھ لرزتی آواز گونج رہی تھی "میں اپنے ابو کے لئے خوف زدہ ہوں براہ کرم ہماری مدد کریں"۔انس الشریف جیسے فرزندان زمین پر زمین اور اس کے باسی ناز کرتے اور تاریخ ان کا تذکرہ اپنے صفحوں میں آبگینوں کی صورت سے بچا اور سجا کر محفوظ کر لیتی ہے۔صحافت کی بیانیہ ساز انسانی مشینوں اور واٹس ایپ کے ریموٹ سے کنٹرول ہونے والے صحافیوں کے جنگل میں انس الشریف کردار و عمل کا ایک مینار اور ایک رول ماڈل ہیں۔

میں تمہارے سپرد کرتا ہوں اپنے پیارے بیٹے صلاح کو جس کا سہارا بننے اور زندگی کے سفر میں ساتھ دینے کی میں نے خواہش کی تھی۔ یہاں تک کہ وہ اتنا مضبوط ہو جاتا کہ میرا بوجھ اُٹھا سکے اور میرا مشن آگے بڑھا سکے۔میں تمہارے سپرد کرتا ہوں اپنی پیاری ماں کو جن کی دعاؤں نے مجھے اس مقام تک پہنچایا۔جن کی مناجات میرے لئے قلعہ ثابت ہوئیں۔جن کے نور نے میرے رستے کو روشن کیا۔میں دعا کرتا ہوں اللہ انہیں قوت عطا کرے اور میری طرف سے اچھا بدلہ دے۔انس الشریف نے اپنی اہلیہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں اپنی پیاری شریک حیات کو تمہارے سپرد کرتا ہوں جسے جنگ نے طویل مہینوں سے مجھ سے دور کر دیا ہے۔پھر بھی وہ ہماری وفادار ہیں زیتون کے درخت کے تنے کی طرح مضبوط جو کبھی جھکتا نہیں۔انس نے لکھا کہ اگر میں مرجاؤں تو اپنے اصول پر ثابت قدم رہتے ہوئے مروں گا

جناب شیخ تجمل الاسلام ہ ایک انقلابی ایک دانشور

محمد شہباز

جناب شیخ تجمل الاسلام کو ہم سے بچھڑے پورے چار برس ہوچکے ہیں۔ یہ چار برس پلک جھپک میں گزرے کہ ایسے لگ رہا ہے کہ جیسے یہ کل کی بات ہے۔ یہ جولائی 2021 کے آخری ایام تھے جب شیخ صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی۔ٹیسٹ کرانے کے بعد پتہ چلا کہ وہ کروناوائرس سے متاثر ہوچکے ہیں حالانکہ وہ ویکسنیٹڈ تھے۔لیکن اسقدر گمان نہیں تھا کہ وہ ہمیشہ کیلئے ایک ایسے مقام پر چلے جائیں گے جہاں سے واپسی کے تمام دروازے تا صبح قیامت بند ہیں۔ 05 ستمبر بروز اتوار بعداز نمازمغرب 2021 وہ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔میں نے ان چار برسوں میں متعدد باران کیساتھ گزرے ماہ وسال کو قلم بند کرنا چاہالیکن نہ جانے میرے قلب و ذہن پر ایک عجیب سا بوجھ محسوس ہوتا رہا جبکہ قلم بھی صفحہ قرطاس پر کچھ نہ لانے پر آمادہ کرتا رہا۔میں نے شیخ صاحب کی چاروں برسیوں پر بھی شیخ صاحب کیساتھ گزرے حالات وواقعات کو یاد کرنے کی کوشش کی مگر میں کچھ نہ لکھ سکا، حالانکہ میں ان کے بہت قریب رہا ہوں، شیخ صاحب سے ان گنت یادیں وابستہ ہیں۔میں نے زندگی کی نفاست، سیاسی، سماجی، معاشرتی اتار چڑھاو،نشیب وفراز اور نہ جانے کیا کیا پہلو ان سے نہیں سیکھے۔مگر پھر بھی الفاظ کی تنگ دامنی کے ہاتھوں بے دست وپا ہوتا رہا۔جناب شیخ تجمل الاسلام کوئی عام انسان نہیں تھے بلکہ ان پر اللہ تعالی کی طرف سے خاص عنایات تھیں۔وہ بلا کے ذہین تھے اور اسی ذہانت نے انہیں ایک انقلابی شخص کی روپ میں ڈھالا تھا۔ وہ دیانت وامانت کا عملی نمونہ تھے اور انہیں اپنے پروفیشن کیساتھ جنون کی حد تک عشق تھا۔یہی جنون وہ دوسروں میں بھی منتقل بھی کرنا چاہتے تھے۔شیخ صاحب کی زندگی پر زمانہ طالب عملی سے ہی انقلابی اثرات نمایاں ہوچکے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ اسلامی جمیعت طلبہ کیساتھ وابستہ ہوئے اور پھر اس طلبہ تنظیم کے ناظم اعلیٰ بنے۔شیخ صاحب کہتے تھے کہ ان پر امام العصر اور عظیم مفکر سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا لٹریچر پڑھنے کا جنون طاری تھا اور یہی جنون تھا کہ شیخ صاحب راتوں کو سید مودودی کی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔شیخ صاحب جہاں سید مودودی کے سحر میں مبتلا تھے وہیں مقبوضہ جموں وکشمیر کے رجل عظیم جناب مولانا سعدالدینؒ تارہ بلی سے بھی ان کی کچھ کم عقیدت نہیں تھی بلکہ وہ انہیں اپنا مرشد کہتے تھے جس کا اظہار ایک یا دو بار نہیں بلکہ بار بار مجھ ناچیز کے سامنے کرچکے تھے۔سنہ 2010 کے بعد شیخ صاحب کیساتھ ایک خاص تعلق قائم ہوا جبکہ سنہ 2000 میں بطور کشمیر میڈیا سروس KMS ایگزیکٹیو ڈائریکٹر کی باضابط طور پر ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد جناب عبدالعزیز ڈیگو نے مجھے شیخ صاحب سے متعارف کرایا جس کے بعد ہر گزرتے دن کیساتھ میرے دل میں ان کی عزت وتکریم اور محبت میں جہاں بے پناہ اضافہ ہوتا رہا وہیں ان کی لازوال شفقت مجھے میسر رہی۔شیخ صاحب بذات خود ایک ادارہ تھے اور انہوں نے مختصر عرصے میں کشمیر میڈیا سروس کو پوری دنیا میں متعارف کروایا۔انہیں مذکورہ ادارہ بے حد عزیز تھا جس کی آبیاری آخری سانس تک کی اور واقفان حال کا کہنا ہے کہ آخری لمحات میں بھی انہیں یہی فکر دامن گیر تھیں۔شیخ صاحب جس انقلاب کو لیکر اٹھے پھر اسی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔وہ تحریک آزادی کشمیر کے حوالے سے کسی مخمصے اور تذبذب کے شکار نہیں بلکہ یکسو تھے کہ مقبوضہ جموں وکشمیر پر غاصبانہ اور ناجائز بھارتی قبضے کے خاتمے کیلئے ایک ریاست گیر تحریک ناگزیر ہے۔وہ جب بولتے تھے تو ان کے منہ سے جیسے پھول جھڑتے تھے۔انہیں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص ملکہ عطا کیا تھا۔انہیں مذہب ' سیاست 'معاشرت، سماجیات گویا کہ وقت کی نبض پر ان کا ہاتھ تھا۔وہ اس قدر نبض شناس تھے کہ وہ پہلی ہی نظر میں انسان کے رگ و پے سے واقف ہوتے تھے۔انہوں نے جب بھی کسی موضوع پر قلم اٹھایا تو کمال لکھا۔وہ زیادہ تر مسئلہ کشمیر پر تجزیہ لکھتے تھے۔میری آنکھوں نے کئی بار مقتدر حلقوں کو ان کے سامنے بڑی عاجزی سے بیٹھے دیکھا۔بعدازں پتہ چلتا تھا کہ انہیں فلاں موضوع پر تجزیہ درکار تھا جو انہیں جناب شیخ صاحب کے در پر حاضری کیلئے آنا پڑتا تھا۔شیخ صاحب انگریزی کیساتھ کھیلا کرتے

تھے۔وہ ایک منبع تھے جہاں الفاظ رواں ہوجایا کرتے تھے۔شیخ صاحب ایک فلاسفی تھے وہ گھنٹوں بولتے رہتے تھے لیکن نہ الفاظ ختم ہوتے تھے اور نہ ہی وہ اکتاہٹ محسوس کرتے تھے۔وہ ایک سمندر تھے جو کسی دریا میں گرنے کے قائل نہیں تھے بلکہ بڑے بڑے دریا سمندر میں گرتے ہیں۔ان کے دفتر پہنچتے ہی لوگوں کی قطار لگی رہتی تھیں اور یہ سلسلہ شام دیر گئے تک جاری رہتا، لیکن نہ وہ کسی تھکان کے شکار ہوتے اور نہ ہی انہوں نے کبھی اپنے پیشہ وارانہ منصب کیساتھ کوئی سمجھوتہ کیا بلکہ ہر وقت تازہ دم نظر آتے تھے۔وہ بڑے ہی وضع دار انسان تھے۔جو اشخاص شیخ صاحب کی زندگی سے متعلق منفی رویوں کا اظہار کرتے تھے انہیں بھی گرمجوشی سے ملتے اور پورا پورا وقت دیتے تھے۔میرے سینے میں بہت سارے راز امانت ہیں جن سے جناب شیخ صاحب نے مجھے ذاتی طور پر روشناس کرایا۔ کچھ

ناعاقبت اندیش زندگی کے آخری ایام میں سید علی گیلانی سے متعلق انہیں غلط فہمیوں کا شکار کرنا چاہتے تھے لیکن وہ کانوں کے کچے واقع نہیں ہوئے۔2021 کے اوائل میں سید صلاح الدین احمد کا ایک ویڈیو بیان منظر عام پر آیا جس میں جناب سید نے کہا تھا کہ قاتل اور مقتول میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑے گا۔شیخ صاحب کو برادر شیخ محمد امین نے مذکورہ ویڈیو بیان سینڈ کیا تھا تو شیخ صاحب نے راقم کو بلا کر ہدایت کی تھی کہ شیخ امین صاحب سے کہیں کہ پیر صاحب کے ویڈیو بیان کو پھیلائیں اور ساتھ ہی مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ صلاح الدین صاحب بڑے جرأت کے مالک ہیں اور ایسا بیان ایک باجرأت شخص ہی دے سکتا ہے۔

شیخ صاحب کبھی یکطرفہ فیصلہ کرنے یا سننے کے قائل نہیں تھے بلکہ ہمیشہ تصویر کے دونوں رخ سامنے رکھ کر ہی فیصلہ کرتے تھے۔انہوں نے کبھی ڈسپلن پر سمجھوتہ نہیں کیا یہی ان کی کامیاب زندگی کا اصل راز تھا جس پر وہ کسی صورت سمجھوتہ نہیں کرتے تھے۔شیخ صاحب نے راقم سے اپنی زندگی کا ایک واقعہ شیئر کرتے ہوئے بتایا کہ جب وہ LLB کی تعلیم مکمل کر چکے تو دوسرے دن صبح بطور وکیل عدالت جانا تھا۔شیخ صاحب کالا کوٹ پہن کر عدالت کیلئے روانہ ہونے لگے تو ان کے والد محترم صدر دروازے پر کھڑے بیٹے کا انتظار کر رہے تھے۔جب شیخ صاحب والد محترم کے پاس پہنچے تو انہوں نے شیخ صاحب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا بیٹا اپنے پروفیشن کیساتھ وفا کرنا جب آپ اپنے پیشہ سے وفا کریں گے تو آپ کا پروفیشن آپ کیساتھ وفا کرے گا۔بلا شبہ انہوں نے والد محترم کی نصیحت کو حرز جان بنالیا تھا۔ماہنامہ کشمیر الیوم کے ایڈیٹر شیخ محمد امین کہتے ہیں کہ 1984 میں شیخ صاحب تازہ تازہ جیل سے رہا ہو چکے تھے تو وہ بطور ناظم اعلیٰ اسلامی جمعیت طلبا شمالی کشمیر کے قصبہ ہندواڑہ تشریف لائے جہاں طلبا کی بڑی تعداد اجتماع میں شریک شیخ صاحب کا خطاب عام سننے کیلئے بے چین تھی۔خود شیخ امین صاحب بھی اجتماع کے سٹیج سیکرٹری تھے۔وہ کہتے ہیں کہ جب شیخ صاحب کا خطاب شروع ہوا تو پورے اجتماع پر گویا سکوت طاری ہو چکا تھا۔شیخ صاحب نے اپنا خطاب ان الفاظ سے شروع کیا کہ یہ جو کالے کالے لوگ یعنی بھارتی فوجی CRPF والے آس پاس کھڑے ہیں یہی قابض اور غاصب ہیں اور ان غاصبوں کے ناپاک قدموں سے سرزمین کشمیر کو پاک کرنا ہی ہماری زندگی کا اصل مقصد ہے۔بقول شیخ محمد امین ہم سوچ رہے تھے کہ شیخ صاحب کے یہ الفاظ ہوا کے دوش پر پہنچنے کی دیر ہوگی کہ اجتماع کو گولیوں سے بھون دیا جائے گا۔مگر بھارتی فوجی منحوسوں کی طرح کھڑے رہے اور شیخ صاحب اپنا خطاب عام مکمل کر چکے تھے۔شیخ امین صاحب شیخ تجمل الاسلام کو سید علی گیلانی اور محمد اشرف خان صحرائی جیسے انقلابی گردانتے ہیں۔شیخ صاحب جہاں انقلاب ایران سے بڑے متاثر تھے وہیں سید علی گیلانیؒ اور جناب محمد اشرف خان صحرائی بھی انقلاب ایران کو بطور امثال پیش کرتے تھے۔شیخ صاحب ایک انسائیکلو پیڈیا تھے ہی وہ مسئلہ کشمیر پر ایک اتھارٹی سمجھے جاتے تھے۔پاکستانی وزارت خارجہ ان کے تجزیوں کو بڑی اہمیت دیتی تھیں۔پاکستانی وزارت خارجہ کے منجھے ہوئے ترجمان جناب نفیس زکریا جنہوں نے بعدازاں برطانیہ میں بطور سفیر خدمات انجام دیں شیخ صاحب کے پاس دفتر باضابطہ طور پر بریفنگ لینے آیا کرتے تھے۔شیخ صاحب نے 05 اگست 2019 جب مودی نے مقبوضہ جموں وکشمیر کی خصوصی حیثیت منسوخ کرکے اس سے مرکز کے زیر انتظام دو حصوں میں تقسیم کیا، پر ایک خصوصی اور طویل تجزیہ لکھا جس میں مودی اور RSS کی تاریخ بھی بیان کی گئی تھی۔اس تجزیہ کو باضابطہ پاکستان کے مقتدر حلقوں میں پالیسی سازی کا حصہ بنایا گیا اور جناب عمران خان مودی اور RSS کی تاریخ کے بارے میں جب متواتر بیان کر رہا تھا تو وہ شیخ صاحب کا ہی لکھا ہوا تجزیہ تھا۔نہ صرف کنٹرول لائن کی دونوں جانب پاکستان بلکہ دنیا بھر میں ان کے بے شمار چاہنے والے آج بھی موجود ہیں جو ان کیساتھ گزرے واقعات کو یاد کرتے ہیں۔شیخ صاحب کی زندگی کا ہر پہلو ایک کھلی کتاب کی مانند ہیں۔ہر ورق ایک دوسرے کیساتھ مماثلت رکھتا ہے۔ایک آرٹیکل میں ان کی زندگی کا احاطہ تو دور کی بات تعارف بھی مشکل ہے۔جو لوگ شیخ صاحب پر ایک دوسرا فرقہ اختیار کرنے کا الزام لگاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جوابدہی کیلئے خود کو تیار رکھیں کیونکہ شیخ صاحب نے کبھی اپنی زندگی میں کسی کو جواب دینے کی زحمت گوارا نہیں کی۔وہ اپنا معاملہ اس ذات برحق پر چھوڑ چکے ہیں جہاں گز بھر زبانیں کسی کام نہیں آئیں گی۔شیخ صاحب کے ایک محب جناب سید کفایت رضوی کے بقول یہ شیخ صاحب کی تربیت کا ہی نتیجہ ہے کہ ہم ان کی غیر موجودگی کو محسوس نہیں ہونے دے رہے ہیں۔بلکہ اس بات کو بااثر حلقوں میں بھی محسوس کیا جاتا ہے کہ شیخ صاحب جو نقوش چھوڑ کر جا چکے ہیں، ان کا موثر اثر اداروں میں کام کرنے والوں میں دیکھا جاتا ہے، یہی ایک سرپرست اور تربیت کرنے والی شخصیت کا کمال اور ہنر ہوتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتیں اپنے نائبین میں منتقل کر جاتے ہیں۔ایسی نابغہ روزگار شخصیات روز روز پیدا نہیں ہوتیں بلکہ صدیاں بیت جاتی ہیں تب جا کر شیخ تجمل الاسلام جیسے مفکر اور دانشور جنم لیتے ہیں جو خود نہیں بلکہ زمانہ بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقاں پاک طینت را

> شیخ صاحب جہاں انقلاب ایران سے بڑے متاثر تھے وہیں سید علی گیلانیؒ اور جناب محمد اشرف خان صحرائی بھی انقلاب ایران کو بطور امثال پیش کرتے تھے۔شیخ صاحب ایک انسائیکلو پیڈیا تھے ہی وہ مسئلہ کشمیر پر ایک اتھارٹی سمجھے جاتے تھے۔پاکستانی وزارت خارجہ ان کے تجزیوں کو بڑی اہمیت دیتی تھیں۔پاکستانی وزارت خارجہ کے منجھے ہوئے ترجمان جناب نفیس زکریا جنہوں نے بعدازاں برطانیہ میں بطور سفیر خدمات انجام دیں شیخ صاحب کے پاس دفتر باضابطہ طور پر بریفنگ لینے آیا کرتے تھے۔

ستمبر کی سرسراہٹ میں کشمیر کی گمشدہ گونج، عالمی بے حسی کا نوحہ

مقبوضہ کشمیر میں بہتا خون اقوام متحدہ کے ضمیر کو جھنجھوڑ رہا ہے

بھارتی سامراج کی بربریت نے کشمیر کو دنیا کے نقشے پر المیہ بنا دیا

ستمبر کی خاموش وادی میں کشمیری عزم اور صبر کی عالمی صدا گونج رہی ہے

یاسین ملک اور حریت قائدین کی رہائی بغیر عالمی انصاف نامکمل ہے

پاکستان حکومت کو وقت ہے، بیانات نہیں، مقدمہ کشمیر عالمی عدالت میں پیش کریں

کشمیر کا نوحہ عالمی سطح پر صبر، عزم اور مظلومیت کا زبردست پیغام ہے

ستمبر کی یہ وادی انسانی تاریخ کی سب سے بڑی قربانی اور آزادی کی صدا سناتی ہے

سید عمر اویس گردیزی

مقبوضہ وادیٔ کشمیر کی زمین، جو کبھی قدرت کے سبز گلدستوں اور پرندوں کی چہچہاہٹ سے گونجتی تھی، آج بھارتی ظلم و بربریت کی چادر میں ڈوبی ہوئی ہے۔ ہر وادی، ہر پہاڑ، ہر درخت، ہر ندی، اور ہر گھر ایک درد بھری صدا بلند کرتا ہے، ایک نوحہ جو سالہا سال کے خون، خوف اور انتہا پسندی کی گواہی دیتا ہے۔ وہاں کی ہوا، جو کبھی آزادی کی خوشبو لے کر آتی تھی، اب خوف اور ظلم کی بازگشت بن گئی ہے۔ چھتوں کے کچے در و دیوار، خالی بازار، اور خاموش گلیاں سب اس مظلومیت کی صدا ہیں، جو انسانی تاریخ کی سب سے بڑی بربریت کے جلوے اجاگر کرتی ہیں۔ یہ مظلوم وادی، جہاں نسلوں نے امن اور محبت میں زندگی بسر کی، آج مسلسل بھارتی فوجی مظالم، گھریلو محاصروں، رات کے اندھیرے میں گھریلو تباہیوں، اور انسانی حقوق کی مسلسل پامالیوں کا سامنا کر رہی ہے۔ خواتین پر تشدد، نوجوانوں کی گرفتاریاں اور ہر انسان کی زندگی کو خوفزدہ کرنے والی پابندیاں، سب ایک منظم ظلم کی کہانی کا حصہ ہیں۔ ہر آنکھ جو خوف میں لرزتی ہے، ہر دل جو امید سے سرشار رہتا ہے، اور ہر سانس جو صبر اور عزم کے ساتھ جیتا جاتا ہے، یہ سب مظلوم دلوں کی عالمی صدا ہیں جو دنیا کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لیے چیختی ہیں۔ ستمبر کی ٹھنڈی ہوا، جو وادی کے کناروں سے گزرتی ہے، اس ظلم و بربریت کی بازگشت کے ساتھ ہر لمحہ یہ پیغام دیتی ہے: ''یہ زمین صرف جغرافیہ نہیں، یہ انسانی حق، آزادی اور وقار کی علامت ہے۔ یہ نوحہ ہر نسل، ہر انسان، اور ہر قوم کے لیے ہے جو انصاف، صبر اور آزادی کی قدر جانتی ہے'' ہر گلی، ہر پہاڑی اور ہر ندی اس نوحے کا حصہ ہیں، جو یہ ثابت

کرتی ہیں کہ مظلومیت اور صبر کا امتزاج کبھی ختم نہیں ہوتا، اور ظلم کی طاقت ہمیشہ عزم اور حوصلے کے سامنے کمزور رہے۔ یہ نوحہ صرف کشمیر کی کہانی نہیں بلکہ انسانی تاریخ کا ایک عالمی فلیش پوائنٹ ہے۔ یہ ہر دل میں ایک للکار پیدا کرتا ہے، ایک صدا بلند کرتا ہے: ''ہم ظلم کے سامنے جھکیں گے نہیں، ہم اپنے حق کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے، اور ہم آزادی کے لیے ہمیشہ کھڑے رہیں گے!'' ہر لمحہ، ہر سانس، اور ہر چپ ہر انسان کو یہ پیغام دیتا ہے کہ ظلم کے خلاف جدوجہد صرف مقامی نہیں بلکہ عالمی اخلاقی ذمہ داری ہے۔ یہ نوحۂ وادیٔ کشمیر آج بھی زندہ ہے، ہر درخت، ہر پتہ، ہر پہاڑ اور ہر ندی میں محسوس کیا جا سکتا ہے۔ یہ نوحہ صرف آواز نہیں بلکہ ایک تاریخی عزم، انسانی حوصلے، اور آزادی کی صدا ہے، جو دنیا کو ہلا دیتی ہے، انسانی دلوں میں ہمدردی جگاتی ہے، اور عالمی انصاف کے لیے ایک غیر متزلزل یاد دہانی بن کر ابھرتی ہے۔ ستمبر کی ہوا میں ایک نہاں سا درد اور خاموشی موجزن ہے، جو کشمیر کی وادیوں کے ہر پتے، ہر ندی، اور ہر پہاڑی کی چھاؤں میں بسا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس نے تاریخ کے صفحات پر اپنے خون کے نشانات چھوڑے ہیں، قربانیوں اور انسانی حوصلے کے ہر لمحے کی داستان سنائی ہے۔ ستمبر کی ٹھنڈی ہوا اور خزاں کے سنہرے پتے کشمیری مظلومیت اور امید کی ایک عجیب ہم آہنگی کی تمثیل ہیں، اور ہر قارئین کی روح کو مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ خاموشی کے اس سمندر میں غوطہ زن ہو کر غور کرے۔ یومِ دفاع پاکستان کے دن، جب پورے ملک میں جشن کا سماں ہوتا ہے، مقبوضہ وادی کے دلوں میں ایک درد بھرا سوال رہتا ہے: کیا یہ دن واقعی ہمیں آزادی کی خوشبو دے گا یا یہ محض ایک یاد دہانی ہے کہ ہماری تقدیر کسی اور کے فیصلوں کے محتاج ہے؟ ستمبر کے مہینے کے جمالیاتی رنگ،

جوخزاں کی سنہری پتیوں، برف پوش پہاڑوں، اور سنجیدہ ندیاں کی ہم آہنگی سے مکمل ہوتے ہیں، کشمیری درد اور انسانی امید کی عجیب ہم آہنگی کو عیاں کرتے ہیں، اور ہر قاری کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ خاموشی اور غور کے ساتھ مظلوم دلوں کی صدا سنے۔ یہ ہوا، جو پہاڑی سلسلوں کے درمیان سے گزرتی ہے، کشمیری دکھ اور حوصلے کو ہر گھاٹ، ہر وادی، اور ہر چھوٹے سے چھوٹے گاؤں تک پہنچاتی ہے۔ ستمبر کا یہ مہینہ صرف موسم کی تبدیلی یا خزاں کے آغاز کا نمائندہ نہیں بلکہ تاریخی اور انسانی اہمیت کا حامل ہے، جو ہر لمحے میں انسان کی جدوجہد، قربانی، اور امید کی علامت کو اجاگر کرتا ہے۔ اس مہینے میں ہر درخت، ہر پتہ، اور ہر ندی، کشمیری صبر، حوصلہ اور قربانی کی داستان بیان کرتی ہے، اور یہ قاری کو ایک غیر مرئی سفر پر لے جاتی ہے جس میں وہ کشمیری عوام کے ہر درد اور امید کو محسوس کرتا ہے۔ ستمبر کی ہوا اور سنہرے پتے انسانی جذبات، تاریخی حقائق، اور مظلوم کشمیری عوام کے درد کو ایک پیچیدہ مگر ادبی اور تمثیلی رنگ میں پیش کرتے ہیں، جو عام قاری کے لیے سمجھنا مشکل، مگر اثر انگیز اور دل دہلا دینے والا ہے۔ کشمیر کی زمین، جو صدیوں سے مختلف تہذیبوں، حکمرانیوں، اور ثقافتوں کی گواہ رہی ہے، برصغیر کی تقسیم کے بعد ایک غیر معمولی اور پیچیدہ مسئلے کا شکار ہوئی۔ 1947 میں جب دونئی ریاستیں وجود میں آئیں، کشمیری عوام نے اپنی خود ارادیت کے لیے آواز بلند کی، اپنے وطن کی سرحدوں کو محفوظ رکھنے کی جدوجہد کی، اور اپنی ثقافت، زبان، اور مذہبی آزادی کے لیے جدوجہد کی۔ پاکستان اور بھارت کے موقف نے اس جدوجہد کو عالمی سطح پر پیچیدہ اور حساس بنا دیا۔ اقوام متحدہ کی قراردادیں، تاریخی معاہدے، اور وعدے کشمیری عوام کی امیدوں اور حوصلے کا محور بنے، مگر حقیقت میں کشمیری دل آج بھی اس حق خود ارادیت کے حصول کی راہ میں آنے والے ہر رکاوٹ کی گونج سنتے ہیں۔ کشمیر کی تاریخ، جو شاعری، موسیقی، اور انسانی قربانیوں سے بھری ہوئی ہے، آج بھی ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ آزادی کی جدوجہد صرف ایک جغرافیائی مسئلہ نہیں بلکہ ایک انسانی، اخلاقی، اور عالمی امتحان بھی ہے۔ یہاں ہر گلی، ہر مکان، اور ہر پہاڑی یہ سوال کرتی ہے کہ کیا انصاف اور آزادی کا راستہ واقعی ممکن ہے، یا ظلم اور جبر ہمیشہ اس زمین پر چھایا رہے گا؟ برصغیر کی تقسیم کے بعد کشمیر کی وادیوں میں شروع ہونے والے واقعات، پالیسیوں کی پیچیدگی، اور سیاسی فیصلوں کی گونج نے کشمیری عوام کے ہر لمحے کو متاثر کیا، اور ہر نسل نے اپنے اندر یہ سوال اٹھایا کہ آیا انسانی حقوق، آزادی، اور امن کبھی ان کی تقدیر کا حصہ بن پائیں گے۔ یہ تاریخی پس منظر، جو ستمبر کے مہینے کے ساتھ جڑا ہوا ہے، قاری کو مجبور کرتا ہے کہ وہ کشمیری عوام کے صبر، قربانی، اور حوصلے کی گہرائی کو سمجھے۔ یہ ایک ایسا محور ہے جو نہ صرف انسانی جذبات کو اجاگر کرتا ہے بلکہ قاری کو عالمی اور اخلاقی شعور کی طرف بھی راغب کرتا ہے، تاکہ وہ سمجھ سکے کہ کشمیری مسئلہ صرف ایک خطہ یا ملک کا نہیں بلکہ ایک عالمی انسانی حق کا معاملہ ہے۔

1965 میں انجام دیا گیا آپریشن جبرالٹر کشمیری عوام کے دلوں میں آزادی کی روشنی کی ایک کرن لے کر آیا۔ اس آپریشن میں تربیت یافتہ کمانڈوز اور مجاہدین نے بھارتی زیر انتظام کشمیر میں داخل ہو کر فوجی اور حکومتی ہدفوں کو نشانہ بنایا۔ پلوں کی تباہی، فوجی ہیڈ کوارٹرز پر حملے، اور عوامی شعور کو جگانے کے اقدامات اس آپریشن کا حصہ تھے۔ کشمیری عوام کے دلوں میں یہ عمل ایک امید کی لہر پیدا کرنے والا لمحہ تھا، جو انہیں یہ یقین دلاتا تھا کہ قربانی اور عزم کے بغیر آزادی ممکن نہیں۔ تاہم، عملی مشکلات، محدود وسائل، اور بھارتی فوج کی بھرپور مزاحمت نے اس آپریشن کو مکمل کامیابی سے محروم رکھا۔ اس ناکامی کے باوجود، آپریشن جبرالٹر نے 6 ستمبر 1965 کو ایک عالمی جنگ کے دروازے کھول دیے، جسے آج پاکستان یوم دفاع کے طور پر یاد کرتا ہے۔ کشمیری عوام کے لیے اس دن کی اہمیت صرف تاریخی نہیں بلکہ ایک علامتی دن ہے، جو انہیں یاد دلاتا ہے کہ قربانی اور جدوجہد آزادی کے بنیادی ستون ہیں۔

پاکستان میں ہر سال 6 ستمبر کو یوم دفاع کے طور پر منایا جاتا ہے، مگر مقبوضہ کشمیر کے دلوں میں اس دن کا منظر ایک مختلف اور پیچیدہ رنگ رکھتا ہے۔ کشمیری عوام اس دن کو محض یادگار کے طور پر نہیں دیکھتے بلکہ ایک نشانی قربانی، عزم، اور انسانی صبر کے طور پر دیکھتے ہیں۔ نوجوان، بزرگ، اور خواتین سب مل کر محسوس کرتے ہیں کہ آزادی کی راہ میں قربانی لازمی ہے، اور یہ دن انہیں یاد دلاتا ہے کہ حوصلہ اور صبر کے بغیر امن اور خودمختاری ممکن نہیں۔ یہ دن کشمیری عوام کے لیے ایک روحانی علامت بھی ہے، جو انہیں یاد دلاتی ہے کہ پاکستان کی حمایت کے باوجود حقیقی خودمختاری ان کے اپنے عزم اور قربانی میں پوشیدہ ہے۔ ہر دل، ہر آنکھ، اور ہر آواز اس دن ایک چھپی ہوئی دعا کے ساتھ دھڑکتی ہے کہ ایک دن یہ وادی بھی آزاد ہوگی اور اپنی تقدیر خود لکھ سکے گی۔ یوم دفاع کا یہ کشمیری زاویہ قاری کو مجبور کرتا ہے کہ وہ صرف تاریخی اور سیاسی حقائق پر غور نہ کرے بلکہ انسانی جذبات اور قربانی کی گہرائی کو بھی محسوس کرے۔ کشمیری عوام کی زندگی، روزمرہ کے خوف، ظلم، پابندیوں اور انسانی حقوق کی مسلسل خلاف ورزیوں کے بوجھ تلے دب کر بھی مدھم نہیں ہوئی۔ ہر دن ان کی جدوجہد کا ایک نیا باب لکھتا ہے، ہر لمحہ ان

کے عزم اور حوصلے کا امتحان ہوتا ہے۔ ستمبر کے مہینے میں، جب ہوا میں خزاں کی خوشبو گھل مل جاتی ہے اور سنہرے پتے ہر وادی میں بکھر جاتے ہیں، کشمیری دلوں میں امید اور درد کی ایک عجیب ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ یہ وہی امید ہے جو انہیں صبح کے اجالے میں یہ یقین دلاتی ہے کہ ایک دن یہ وادی آزاد ہوگی، اور ظلم و جبر کے سائے ہمیشہ کے لیے ہٹ جائیں گے۔ یہ امید اور جدوجہد صرف سیاسی یا جغرافیائی معاملہ نہیں بلکہ ایک انسانی حق اور اخلاقی ذمہ داری ہے جو ہر کشمیری دل کے ہر دھڑکن میں موجود ہے۔ بزرگ، نوجوان، خواتین اور بچے سب اس جدوجہد میں حصہ لیتے ہیں، اور ہر دل میں یہ دعا چھپی ہوتی ہے کہ ان کی قربانی، ان کی چیخیں اور ان کا درد دنیا تک پہنچے۔ ہر گلی، ہر پہاڑی اور ہر ندی ان کے احساسات کی گواہ ہے، اور ہر لمحہ یہ انہیں یاد دلاتا ہے کہ حوصلہ اور صبر کے بغیر آزادی ممکن نہیں۔

ستمبر کا یہ مہینہ کشمیری دکھ اور امید کی عجیب تمثیل ہے، جو قاری کو مجبور کرتا ہے کہ وہ خاموشی اور غور کے ساتھ مظلوم دلوں کی صدا سنے اور انسانی ہمدردی کے نئے پیمانے پر سوچے۔ عالمی برادری، جسے انصاف، انسانی حقوق، اور امن کے علمبردار ہونا چاہیے، اکثر کشمیری مسئلے میں خاموش رہتی ہے یا اپنی سیاست کی چالاکیوں میں الجھی رہتی ہے۔ اقوام متحدہ کی قراردادیں، یورپی پارلیمنٹ کے بیانات، اور امریکی موقف کشمیری عوام کے لیے ایک تنازعہ زدہ ماحول پیدا کرتے ہیں۔ عالمی میڈیا میں بھارت کی پروپیگنڈا مشینری اور حقیقت کے پردے کشمیری عوام کی صدا کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں، اور ان کے حق خود ارادیت کو نظرانداز کرنے کی سازشیں چلائی جاتی ہیں۔ یہ خاموشی اور عدم توجہ کشمیری عوام کے درد اور قربانیوں کو مزید پیچیدہ بناتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ کشمیری عوام کی جدوجہد عالمی امن، انسانی حقوق، اور بین الاقوامی قانون کی ایک زندہ عکاسی ہے، اور دنیا کو اس پر غور کرنا ناگزیر ہے۔ ہر لمحہ، ہر دن، اور ہر جدوجہد ان کے لیے ایک پیغام ہے کہ انسانی حقوق کی پاسداری صرف وعدوں کی چیز نہیں بلکہ عملی اقدام کی ضرورت ہے۔

5 اگست 2019 کو بھارت کے ذریعہ آرٹیکل 370 کے خاتمے کے بعد، کشمیری عوام کی آزادی کا خواب مزید پیچیدہ اور مشکل ہو گیا۔ پابندیاں، مظالم، اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں روزمرہ کا حصہ بن گئیں۔ مقبوضہ وادی میں نوجوان، بزرگ، اور خواتین اپنے گھروں، اسکولوں، اور بازاروں میں خوف کے سائے کے تحت زندگی گزار رہے ہیں، مگر ان کا حوصلہ اور عزم برقرار ہے۔ ستمبر کا مہینہ، جس میں خزاں کی سرسراہٹ اور ٹھنڈی ہوا ہر وادی میں محسوس ہوتی ہے، کشمیری جذبات کی پیچیدگی اور انسانی صبر کو اجاگر کرتا ہے۔ کشمیری عوام کی قربانیاں اور مسلسل جدوجہد عالمی سطح پر ایک مثال ہیں کہ ظلم کے باوجود انسانی حوصلہ اور عزم مر نہیں سکتا۔ ہر دن کی مشکلات اور رکاوٹیں انہیں مزید مضبوط بناتی ہیں، اور ہر لمحہ یہ انہیں یاد دلاتا ہے کہ آزادی کی راہ میں صبر، قربانی اور عزم لازمی ہیں۔ یہ موجودہ حالات نہ صرف کشمیری عوام کے لیے بلکہ دنیا کے ہر انسان کے لیے ایک سبق ہیں کہ انصاف اور آزادی کے حصول کے لیے جدوجہد کبھی رُک نہیں سکتی، اور ہر نسل اپنی کوشش سے تاریخ کے صفحات پر اپنے حق کو ثبت کر سکتی ہے۔ ستمبر کا مہینہ کشمیر کی وادیوں میں ایک منفرد جمالیاتی اور تمثیلی رنگ لے کر آتا ہے۔ خزاں کے سنہرے پتے، ٹھنڈی ہوا، اور پہاڑی سلسلوں کی خاموشی کشمیری مظلومیت، امید اور قربانی کی عجیب ہم آہنگی کی عکاسی کرتی ہے۔ ہر درخت، ہر پتہ، اور ہر ندی کشمیری درد اور عزم کی داستان بیان کرتی ہے، اور یہ منظر قاری کو ایک ایسے سفر پر لے جاتا ہے جہاں وہ انسانی جذبات، تاریخی حقائق، اور اخلاقی ذمہ داری کو محسوس کرتا ہے۔ یہ مہینہ نہ صرف موسمی تبدیلی کا نمائندہ ہے بلکہ کشمیری جدوجہد کی روحانی اور تمثیلی علامت بھی ہے۔ ہر سرسراہٹ، ہر پتہ، اور ہر خاموش پہاڑی کشمیریوں کے حوصلے، قربانی، اور امید کی داستان بیان کرتی ہے۔ ستمبر کی یہ تمثیلی روشنی قاری کو مجبور کرتی ہے کہ وہ کشمیری عوام کے دکھ، امید اور انسانی جذبات کی گہرائی کو سمجھے، اور یہ محسوس کرے کہ ہر جدوجہد، ہر قربانی، اور ہر لمحہ آزادی کی ایک کرن کے طور پر دنیا کے سامنے نمودار ہوتا ہے۔

یومِ دفاع پاکستان، آپریشن جبرالٹر، اور مقبوضہ کشمیر کے موجودہ حالات سب ایک ایسی کہانی بیان کرتے ہیں جسے دنیا کو سننا اور سمجھنا ناگزیر ہے۔ کشمیری عوام کی زندگی، قربانیاں، اور امیدیں ہر انسانی دل کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ انصاف کے لیے آواز اٹھائے، مظلوم دلوں کی صدا سنے، اور عالمی برادری کے کردار پر غور کرے۔ یہ ستمبر، خزاں کی ہوا، سنہرے پتے، اور پہاڑی خاموشی کے ساتھ، کشمیری جدوجہد، امید، اور قربانی کی ایک تاریخ ساز تمثیل بناتا ہے۔ کشمیری خون سے رنگین وادی، جو ہزاروں سال سے قدرت کی حسن و جمال کی علامت رہی، آج بہتے خون، کچلے ہوئے خواب اور مظلومیت کے نوحے سے گونج رہی ہے۔ ہر ندی، ہر پہاڑ، اور ہر خاموش گلی ایک ایسا شور بلند کر رہی ہے جو عالمی برادری اور اقوام متحدہ کے ضمیر کو جھنجوڑنے کے لیے کافی ہونا چاہیے۔ یہ صرف ایک خطہ نہیں، بلکہ انسانی حقوق، انصاف، اور اخلاقی ذمہ داری کا ایک عالمی معیار ہے، جسے نظرانداز کرنا

نہایت سنگین انسانی جرم ہے۔کشمیری بچوں، خواتین، اور بزرگوں کے زخمی جسم، خوفزدہ دل، اور بے سہارا عوام کی چیخیں، ہر جگہ، ہر لمحہ، دنیا کی نظریں اپنی طرف کھینچتی ہیں بی اور اب وقت ہے کہ وہ سنیں، سمجھیں، اور عملی اقدام کریں۔

اسی دوران، آزاد کشمیر کے بے ضمیر اور بے حس حکمران، سیاستدان اور بیس کیمپ کے ذمہ دار اب بھی ماضی کی خاموشی میں محض بیانات جاری کر رہے ہیں، لیکن یہ بیانات کشمیری خون کی گونج اور حق کی صدا کے سامنے ناکافی ہیں۔انہیں جھنجوڑنے کا وقت آ چکا ہے، تاکہ وہ اپنے منصب اور ذمہ داری کا ادراک کریں، حقیقی قیادت کا ثبوت دیں، اور تحریک آزادی کشمیر کی رہنمائی میں اپنا کردار نبھائیں۔نوجوانوں کے لیے بھی یہ پیغام واضح ہونا چاہیے کہ ان کی اصل ذمہ داری صرف ایک مخصوص دن یا محفل تک محدود نہیں، بلکہ یہ تحریک آزادی کو آگے بڑھانے، ظلم و جبر کے خلاف آواز بلند کرنے، اور حق خود ارادیت کے حصول کے لیے مستقل جدوجہد ہے۔ عالمی میڈیا کو بھی اس نوحے پر کان دھرنے کی ضرورت ہے۔ یہ وہ لمحہ ہے جب خدارا کشمیری وادی

دائرہ کار میں لانے کا وقت ہے۔ یہ وقت ہے کہ یاسین ملک اور دیگر حریت قائدین کی رہائی کی عملی کوششیں کی جائیں۔ان کی رہائی صرف ایک سیاسی مطالبہ نہیں، بلکہ کشمیری عوام کی آزادی کی جدوجہد کا علامتی اور عملی پہلو ہے۔اس کے بغیر تحریک آزادی مکمل نہیں ہو سکتی۔حکومت پاکستان کو بھی جھنجوڑنا ضروری ہے کہ

آزاد کشمیر کے حکمرانوں کو اپنی ذمہ داری یاد دلاتی ہے، عالمی میڈیا کو حقیقت دکھاتی ہے، اور پاکستان حکومت کو عملی اقدام کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ یہ وہ لمحہ ہے جب نوحۂ کشمیر، ظلم کے سامنے عزم، صبر، اور قربانی کی ایک تاریخی صدا کے طور پر بلند ہوتا ہے، جو کبھی ختم نہیں ہوگی، کبھی دبائی نہیں جا سکتی، اور ہمیشہ حق، انصاف، اور آزادی کی علامت بن کر دنیا کے سامنے گونجتی رہے گی۔ ماہنامہ کشمیر الیوم کیلئے لکھا گیا اس ماہ ستمبر کا میرا کہ مضمون ایک تاریخی، ادبی، اور تمثیلی شاہکار کے طور پر نہ صرف کشمیری عوام کے دکھ اور امید کو اجاگر کرتا ہے بلکہ قارئین کو مجبور کرتا ہے کہ وہ انسانی جذبات، قربانی، اور اخلاقی ذمہ داری کو محسوس کریں۔ ستمبر کا یہ مہینہ ہر قاری کے لیے ایک دعوت ہے کہ وہ خاموشی، غور، اور ہمدردی کے ساتھ کشمیری عوام کی صدا سنیں، اور آزادی، انصاف، اور انسانی وقار کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

1965 میں انجام دیا گیا آپریشن جبرالٹر کشمیری عوام کے دلوں میں آزادی کی روشنی کی ایک کرن لے کر آیا۔اس آپریشن میں تربیت یافتہ کمانڈوز اور مجاہدین نے بھارتی زیرِ انتظام کشمیر میں داخل ہو کر فوجی اور حکومتی ہدفوں کو نشانہ بنایا۔ پلوں کی تباہی، فوجی ہیڈ کوارٹرز پر حملے، اور عوامی شعور کو جگانے کے اقدامات اس آپریشن کا حصہ تھے۔کشمیری عوام کے دلوں میں یہ عمل ایک امید کی لہر پیدا کرنے والا لمحہ تھا، جو انہیں یہ یقین دلاتا تھا کہ قربانی اور عزم کے بغیر آزادی ممکن نہیں

کے بہتے خون، عورتوں اور بچوں کے زخمی جسم، اور نوجوانوں کی قربانی پر نظر ڈالیں۔صرف بیان بازی یا بھارتی پروپیگنڈا پر یقین کرنے سے انصاف نہیں آئے گا۔ دنیا کو حقیقت دیکھنی ہوگی: ہر فوجی چھاپہ، ہر غیر قانونی گرفتاری، ہر محاصرے اور ہر پابندی بھارت کے سامراجی کھیل کا حصہ ہیں، جو نہ صرف انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے بلکہ عالمی امن کے لیے بھی خطرہ ہے۔ یہ سامراجی کھیل اب عالمی عدالتوں اور اقوام متحدہ کے

وہ محض بیانات تک محدود نہ رہے بلکہ عالمی عدالت انصاف میں مقدمہ کشمیر پیش کرے، بھارتی مظالم کے دستاویزی شواہد کے ساتھ، تاکہ عالمی سطح پر کشمیری عوام کے حق خود ارادیت اور انسانی حقوق کی بنیاد پر انصاف کی راہ ہموار ہو۔ یہ اختتامیہ صرف ایک صدا نہیں، بلکہ تاریخی اور اخلاقی عزم کی کال ہے۔ یہ وادی کشمیر کی صبر و حوصلے کی عکاسی کرتی ہے، نوجوانوں کے عزم کو مضبوط کرتی ہے، عالمی برادری کے ضمیر کو جھنجوڑتی ہے

کشمیر کی خصوصی حیثیت اور بھارتی خوف

محمد احسان مہر

بھارت کشمیر کے آتش فشاں پر جس طرح بیٹھا ہے لگتا نہیں ہے کہ یہ (کشمیر) اسے چلنے پھرنے کے بھی قابل چھوڑے گا ِمقبوضہ کشمیر میں دس لاکھ فوج اور بھارتی سیاسی قیادت کی سیاسی مکاریاں (کشمیریوں کی سیاسی قیادت کو جیل اور نظر بندیوں جیسے اقدامات) بھی کشمیریوں کی آنکھوں میں ڈر پیدا کرسکیں نہ خوف اور نہ ہی مقبوضہ کشمیر میں سیاسی اعتماد کی فضاء بحال کرسکیں ،یہی وجہ ہے 15 اگست 2019ء سے کشمیریوں کو خود ساختہ آئینی ترمیم کے تحت بھارتی کالونی کی طرح اپنی تحویل میں لے کران کا عرصہ حیات مزید تنگ کر دیا گیاہے، بھارت مقبوضہ کشمیر میں سیاسی ،انتظامی اور ریاستی جبر کے نیچے آبادی کا تناسب بدلنے جیسے تمام تر ہتھکنڈوں کے باوجود مطلوبہ نتائج حاصل کرنے میں ناکام رہا،اقوام متحدہ اور عالمی برادری کی نظر میں کشمیر کا تنازع روز اول کی طرح آج بھی زندہ ہے۔رہی سہی کسر پہلگام واقعہ کے بعد آپریشن سندور کے اجڑے روپ نے پوری کر دی،جس کا ہر روز بھارت میں ماتم کیا جارہا ہے اور امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ 36 سے زائد مرتبہ مختلف مواقع پر اس کا چرچا کرتے نظر آئے ہیں۔کشمیر کے ذکر پر اٹوٹ انگ کی گردان الاپنے والا بھارت آپریشن سندور کے نتیجے میں اپنے انگ انگ میں درد محسوس کر رہا ہے اور کشمیر میں طویل تر بھارتی قیام بھارت کے اندر سیاسی عدم استحکام کی شکل میں ڈراؤنے خواب کا روپ دھار چکا ہے بھارت کے سیاسی عدم استحکام کی عکاسی خالصتان تحریک کے راہنماء گرپونت سنگھ نے اپنے ایک بیان میں کی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ بھارت 2045 تک ٹوٹ جائے گا اور اپنے توسیع پسندانہ مکروہ عزائم کی وجہ سے علاقائی امن وسلامتی کے لیے خطرناک ملک کے طور پر سامنے آیا ہے غیر آئینی اور غیر قانونی بھارتی اقدامات بھارت کے اندر سیاسی خلفشار کی شکل میں عالمی میڈیا میں بھی نمایاں نظر آرہے ہیں اور بھارت کے اندر سیاسی استحکام کے لیے بھی (درد سر) بن رہے ہیں۔

مقبوضہ کشمیر میں دس لاکھ فوج اور بھارتی سیاسی قیادت کی سیاسی مکاریاں (کشمیریوں کی سیاسی قیادت کو جیل اور نظر بندیوں جیسے اقدامات) بھی کشمیریوں کی آنکھوں میں ڈر پیدا کرسکیں نہ خوف اور نہ ہی مقبوضہ کشمیر میں سیاسی اعتماد کی فضاء بحال کرسکیں، یہی وجہ ہے۔ 15 اگست 2019ء سے کشمیریوں کو خود ساختہ آئینی ترمیم کے تحت بھارتی کالونی کی طرح اپنی تحویل میں لے کران کا عرصہ حیات مزید تنگ کر دیا گیا ہے، بھارت مقبوضہ کشمیر میں سیاسی ،انتظامی اور ریاستی جبر کے نیچے آبادی کا تناسب بدلنے جیسے تمام تر ہتھکنڈوں کے باوجود مطلوبہ نتائج حاصل کرنے میں ناکام رہا۔

بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی کشمیریوں کی مزاحمتی تحریک اور بھارت میں چلنے والی علیحدگی پسند تحریکوں کی دباؤ کو نظر انداز کر کے صرف اپنی سیاسی ساکھ بچانے کے لیے پاکستان کے خلاف فالس فلیگ آپریشن اور پانی بند کرنے کی بات کرتے ہیں،لیکن پاکستان نے آپریشن سندور کے نتیجے میں (بھارتی تندور) میں جو آگ جلائی ہے اس میں بھارت جل کر راکھ ہو جائے گا۔دراصل بھارت سیکولر ریاست اور عظیم جمہوریت کے کھوکھلے دعوے کے ساتھ عالمی برادری کے سامنے بے نقاب ہو چکا ہے اور حالیہ پاک بھارت کشیدگی (4 روزہ جنگ) علاقائی بالادستی کا بھارتی خواب بھی چکنا چور کر دیا ہے اب گراؤنڈ رائیلٹی یہ ہے کہ بھارت علاقائی لیڈر کی جگہ سے علاقائی گیدڑ کی سطح پر کھڑا اپنا منہ چھپانے کی کوشش کر رہا ہے جوہری طاقتوں میں گھرا کشمیر کا تنازع اور بھارت کی اشتعال انگیزیاں ،ہمسایہ مملک کے ساتھ

سرحدی تنازعات کو بنیاد (بھارتی چھیڑ چھاڑ) اور دہشت گردانہ بھارتی کردار جنوبی ایشیاء کے امن و استحکام کو شدید خطرات کی طرف دھکیل رہا ہے بھارت کو چاہیے کہ وہ جھوٹی اناء غرور اور تکبر کے پلندے کو سر سے اتار پھینکے اور جنوبی ایشیاء کے امن وسلامتی اور سیع تر علاقائی نظام کی خاطر مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے مذاکرات کی طرف قدم بڑھائے۔

> کشمیر کے ذکر پر اٹوٹ انگ کی گردان الاپنے والا بھارت آپریشن سندور کے نتیجے میں اپنے انگ انگ میں درد محسوس کر رہا ہے اور کشمیر میں طویل تر بھارتی قیام بھارت کے اندر سیاسی عدم استحکام کی شکل میں ڈراؤنے خواب کا روپ دھار چکا ہے بھارت کے سیاسی عدم استحکام کی عکاسی خالصتان تحریک کے راہنماء گرپونت سنگھ نے اپنے ایک بیان میں کی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ بھارت 2045 تک ٹوٹ جائے گا اور اپنے توسیع پسندانہ مکروہ عزائم کی وجہ سے علاقائی امن وسلامتی کے لیے خطرناک ملک کے طور پر سامنے آیا ہے

یاد رکھیں سنجیدہ مذاکرات کسی بھی مسئلے کے حل کی نوید ہو سکتے ہیں بھارت کو سمجھ لینا چاہیے کہ مسئلہ کشمیر کسی کی ہار اور جیت کا مسئلہ نہیں ،یہ قدرتی ،تاریخی ،جغرافیائی ،ثقافتی اور نظریاتی اساس کا مسئلہ ہے اور اقوام متحدہ نے 1948 میں بھارتی درخواست پر ہی کشمیریوں کو حق خود ارادیت دینے کا وعدہ کر رکھا ہے بھارت مسلسل 78سال سے اقوام متحدہ میں کئے گئے اپنے

وعدوں سے انحراف کر کے اقوام متحدہ اور عالمی برادری کا اعتماد کھو چکا ہے کشمیر کی خصوصی حیثیت آرٹیکل 370 کی منسوخی کے غیر آئینی بھارتی قدام کے بعد کشمیر بھارت کے گلے کی ہڈی بن گیا ہے ،جسے بھارت نگل سکتا ہے نہ اگل سکتا ہے ،بھارت کا یہی خوف علاقائی استحکام کو بار بار خطرے میں ڈالنے کا باعث بن رہا ہے ،بھارت مقبوضہ کشمیر میں کبھی نئے ایڈوانچر اور آپریشن سندور کی طرز پر نئے واقعہ کو فلمانے سے پہلے صرف اپنا بڑا اقدنہ دیکھے۔

رواں صدی میں اسی خطے میں برطانیہ ،سوویت یونین ،نیٹو اتحاد اور امریکہ کی ذلت آمیز شکست سے بھی سبق سیکھے اور جتنا جلد ممکن ہو بھارت کشمیر کے آتش فشاں سے نکلنے کی تدبیر کرے ۔یقینی طور پر مسائل اور اختلافات کا حل بات چیت اور مذاکرات سے ہی ممکن ہے چھوٹے آپریشن اور میزائل تجربات سے آپ خطے میں اسلحہ کی ڈور شروع اور جنگ کے شعلے تو بھڑکا سکتے ہیں لیکن کچھ حاصل نہیں کر پائیں گے اب یہ بھارت پر منحصر ہے کہ وہ دانشمندانہ طریقے سے کشمیر سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے یا غرور اور تکبر میں مزید کچھ غلط فیصلے ،لیکن بھارت اتنا جان لے کہ کشمیر کا لاوا جب پھٹے گا تو اور بھی بہت سی چیزیں اپنے ساتھ بہا کر لے جائے گا۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

انتقال پُرملال ماہ اگست 2025

محمد عمران راہی ساکن واگب سوپور کی (والدہ) مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئی (۲) کیپٹن حماد عرف عبدالخالق چاچا کپواڑہ کے (بڑے بھائی) مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئے۔

اللہ پاک مرحومین کی مغفرت فرمائے

قارئین سے گزارش ہے کہ مرحومین کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھے

آپ نے پوچھا ہے!!!...

کیا فرماتے مفتیانِ کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں مؤذن تکبیر کے وقت اللہ اکبر کہتے ہوئے ہر بار سانس توڑتا ہے ہر اللہ اکبر پر، کیا یہ صحیح ہے؟ جواب عنایت فرمائیں؟

جواب ۔۔اذان اور اقامت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہر کلمہ کو ساکن پڑھا جائے، اذان میں ہر کلمہ پر وقف کرے اور اقامت میں دو کلمات کے بعد وقف کرے، مگر پہلے کلمہ کو بھی بنیتِ وقف ساکن پڑھے، لہٰذا ہر بار اللہ اکبر پر رکنا نہیں چاہیئے بلکہ دو دو کلمات کے بعد رکے۔

''زبدۃ الفقہ'' میں ہے: مؤذن اذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کر کہے اور اقامت جلدی یعنی رکے بغیر کہے، یہ مستحب طریقہ ہے، اگر اذان کو بغیر رکے کہے یا اقامت کو اذان کی طرح ٹھہر ٹھہر کر کہے تو جائز، لیکن مکروہ ہے۔ ایسی اذان کا اعادہ مستحب ہے اور ایسی اقامت کا اعادہ مستحب نہیں، رک رک کر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دوکلموں کے درمیان میں کچھ ٹھہرے اور اس کی مقدار یہ ہے کہ اذان کا جواب دینے والا جواب دے سکے، بغیر رکے کا مطلب ملانا اور جلدی کرنا ہے، اَللّٰہُ اَکبَر دو دفعہ کہنے کے بعد رکے ہر دفعہ اَللّٰہُ اَکبَر کہنے پر نہ رکے یعنی اَللّٰہُ اَکبَر اَللّٰہُ اَکبَر ایک ساتھ کہے، پھر کچھ دیر ٹھہرے، پھر اَللّٰہُ اَکبَر اَللّٰہُ اَکبَر ایک ساتھ کہے اور ٹھہرے، کیوں کہ سکتہ کے لحاظ سے اَللّٰہُ اَکبَر دو دفعہ مل کر ایک کلمہ ہے، پھر ہر کلمہ کے اوپر توقف کرتا رہے، اذان اور اقامت میں ہر کلمہ پر وقف کا سکون کرتا رہے، یعنی دوسرے کلمہ سے حرکت کے ساتھ وصل نہ کرے، لیکن اذان میں اصطلاحی وقف کرے، یعنی سانس کو توڑ دے اور اقامت میں سکون کی نیت کرے، کیوں کہ اس میں رک رک کر کہنا نہیں ہے، اذان میں ہر دوسری دفعہ اَللّٰہُ اَکبَر یعنی دوسرے، چوتھے اور چھٹے اَللّٰہُ اَکبَر کی رے کو جزم کرے اور حرکت نہ دے، اور اس کو رفع (پیش) پڑھنا غلطی ہے، اور ہر پہلے اَللّٰہُ اَکبَر کی یعنی پہلے، تیسرے اور پانچویں کی رے اور اقامت کے اندر ہر اَللّٰہُ اَکبَر کی ''ر'' کو بھی سکون یعنی جزم کرے اور اگر وصل کرے تو وقف کی نیت کے ساتھ ''ر'' کی زبر سے وصل کرنا سنت ہے، ضمہ (پیش) سے وصل کرنا خلافِ سنت ہے، اَللّٰہُ اَکبَر کے لفظ اَللّٰہُ کے الف (ہمزہ) کو مد کرنا کفر ہے، جب کہ معنی جانتے ہوئے قصداً کہے۔ اور بلا قصد کہنا کفر تو نہیں، لیکن بڑی غلطی ہے۔ اور اَکبَر کے ب کو مدّ کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

سوال: اذان کب دینا مسنون ہے؟ مثلاً ظہر کا وقت تقریبا 11:30 بجے شروع ہوتا ہے تو اذان کب دیں، تاخیر یا جلدی جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت کریں؟

جواب ۔۔واضح رہے کہ اذان اور نماز میں موالاۃ (پے در پے ہونا، بہت زیادہ فصل/ دیر نہ ہونا) افضل ہے، اذان اور نماز میں اتنا فصل/ وقت ہو کہ وضوء کرنے والا وضوء مکمل کر سکے، قضاء حاجت کرنے والا قضاء حاجت کر سکے اور نماز پڑھنے والا نماز مکمل کر سکے۔لہٰذا سائل کی ذکر کردہ صورت کہ جب نماز کا وقت 11:30 بجے داخل ہو رہا ہے، تو اذان جماعت کے وقت سے کچھ پہلے دی جائے، مثلاً جماعت اگر 01:30 بجے ہو تو اذان 15 منٹ سے 30 منٹ پہلے دی جائے، یہ افضل ہے۔

سوال: کیا ننگے سر نماز ہو جاتی ہے یا ٹوپی کا انتظام کرنا لازمی ہے؟

جواب ۔۔ننگے سر نماز پڑھنا جائز ہے اگر تواضع وخشوع ہو تو کوئی کراہت نہیں اور اگر بے پروائی اور لا ابالی پن سے ہو تو بکراہت نماز ہو جائے گی لیکن اس کو معمول بنانا مناسب نہیں ہے ٹوپی کا انتظام کرنا چاہیے نماز بغیر ٹوپی کے بھی ہو جائے گی ۔موجودہ زمانے میں جو پلاسٹک کی ٹوپیاں مساجد میں رکھی جاتی ہیں ان سے نماز نہیں ہوتی اس سے بہتر ہے کہ نماز بلا ٹوپی پڑھ لی جائے

سوال: مصیبت یا آفت کے وقت اذان دینا ہمارے علاقے میں جب ژالہ باری ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ اذان دیں؛ تاکہ یہ مصیبت ختم ہو جائے۔اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب ۔۔شدید بارش یا ژالہ باری کے موقع پر اذان دینا شریعت میں ثابت نہیں، البتہ بعض ناگہانی آفات اور شدید مصائب و پریشانی کے مواقع پر اذان دینے کی بعض فقہاء نے اجازت دی ہے۔

فتاوی بینات میں ہے: ''علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: خیر الدین رملی رحمہ اللہ کے حاشیہ بحر میں ہے کہ میں نے شافعیہ کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ نماز کے علاوہ بھی بعض مواقع میں اذان مسنون ہے، مثلاً: نومولود کے کان میں، پریشان، مرگی زدہ، غصّے میں بھرے ہوئے اور بد خلق انسان یا چوپائے کے کان میں، کسی لشکر کے حملے کے وقت، آگ لگ جانے کے موقع پر. (شامی حاشیہ درمختار۔۔ص385)، خیر الدین رملی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دہشت پسندوں کے حملے کے موقع پر اذان کہنا احناف کی کتابوں میں تو کہیں مذکور نہیں، البتہ شوافع کی کتابوں میں اس کو مستحب لکھا ہے، اس لیے ایسی پریشانی کے موقع پر اذان دینے کی ہم ترغیب تو نہیں دیں گے، لیکن اگر کوئی دیتا ہے تو ہم اس کو ''بالکل غلط حرکت'' بھی نہیں کہیں گے، البتہ نومولود کے کان میں اذان کہنا احادیث سے ثابت ہے، اور فقہِ حنفی میں بھی اس کی تصریح ہے...''

سوال: مسجد میں جس نے اذان دی وہی تکبیر کہہ سکتا ہے؟ بہتر طریقہ بتائیں، دوسرا نمازی بھی تکبیر کہہ سکتا ہے اور بہتر طریقہ کیا ہے؟

جواب ۔۔جو شخص اذان دے اقامت کہنا بھی اسی کا حق ہے، مقرر مؤذن کے موجود ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص کا اقامت کہنا مناسب نہیں جب کہ اس سے مؤذن کو تکلیف ہوتی ہو مکروہ ہے، لیکن اگر کوئی دوسرا شخص مؤذن کی اجازت سے اقامت کہے، یا بغیر اجازت کے کہے، لیکن اس سے مؤذن کو تکلیف نہ ہو، یا اذان دینے والا موجود نہ ہو تو دوسرے شخص کا اقامت کہنا بغیر کسی کراہت کے جائز ہے، افضل اور بہتر یہ ہے کہ جو اذن دے وہی اقامت کہے، البتہ مؤذن کی اجازت کے ساتھ دوسرا شخص بھی اذان دے سکتا ہے۔

*** بینک کے سودی رقم کا مصرف اور اس کو مدرسہ ومسجد میں**

دینے کا حکم*

سوال: بینک اکاؤنٹ سے حاصل شدہ سودی پیسے مدرسہ یا مسجد میں صدقہ کرنے کا حکم کیا ہے اور سودی پیسے کا مصرف کیا ہے؟

جواب۔۔ بینک سے ملنے والی رقم سود ہونے کی وجہ سے حرام ہے، بینک وغیرہ سے سودی رقم وصول کرنا جائز ہے؛ اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں بلاارادہ ثواب کسی کام میں لگائی جائے۔ البتہ اگر وصول کرلی ہو اور وہ رقم اکاؤنٹ میں آگئی ہو تو اس پر توبہ واستغفار کرنا لازم ہے اور اب اس سودی حرام رقم کا مصرف یہ ہے کہ اسے مستحق زکواۃ شخص کو ثواب کی نیت کے بغیر صدقہ کردیا جائے، اسی طرح مدرسے کے زکواۃ فنڈ میں بھی یہ رقم دی جاسکتی ہے؛ کیوں کہ وہ مدرسے کے مستحق طلبا پر خرچ ہوتا ہے، البتہ سودی رقم مدرسہ کی انتظامیہ کو دیتے وقت صراحت کردی جائے کہ یہ سودی رقم ہے، تاہم زیر نظر مسئلہ میں سودی رقم کا مدرسہ کے طلبہ میں خرچ کرنا بہتر اور مناسب نہیں ہے، کسی عام غریب کو بلانیت ثواب یہ رقم دے دی جائے، باقی یہ رقم مسجد میں نہیں دی جاسکتی۔ نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ اکاؤنٹ ہولڈر پر ضروری ہے کہ جتنا جلد ہوسکے سودی اکاونٹ تبدیل کرکے اسے کرنٹ اکاؤنٹ میں منتقل کردیا جائے، جس میں سود نہیں ملتا۔

سوال: ایک شخص کی نوکری ہے اور اس نے اپنا پیسہ بینک میں جمع کررکھا ہے، اب جب کہ اُس نے بہت دنوں کے بعد اپنا بینک ڈیٹیل چیک کیا تو اسے پتا چلا کہ بینک میں انٹرسٹ کا پیسہ تقریباً ایک لاکھ روپیہ ہے تو کیا اس پیسہ کو نکال کر مسجد یا مدرسہ کے بیت الخلا میں استعمال کرسکتے ہیں؟ اگر پیسہ بینک میں چھوڑ دیں تو ڈر ہے کے اُس پیسے کو حکومت مسلمانوں کے خلاف غلط استعمال کرے گی؟

جواب۔۔صورتِ مسئولہ میں سودی رقم اگر بینک کو واپس کرنا ممکن نہ ہو تو مذکورہ سودی رقم ثواب کی نیت کے بغیر غرباء و مساکین میں تقسیم کرنا واجب ہوگا، مذکورہ رقم مسجد یا مدرسہ کے بیت الخلا کی تعمیر میں صرف کرنا جائز نہ ہوگا۔ بعض علماء کے نزدیک لیکن متاخرین کے نزدیک جائز ہے ۔ملحوظ رہے کہ بینک میں سودی اکاؤنٹ کھلوانا جائز نہیں ہے، لہذا اگر اپنے اختیار سے سودی اکاؤنٹ کھولا ہو تو اسے فوری طور پر بند کروادیا جائے، یا کرنٹ اکاؤنٹ میں تبدیل کردیا جائے۔ نیز غیر مسلم ملک میں بھی مسلمان کے لیے سودی معاملہ کرنا جائز نہیں

سوال: ۔نائٹ شفٹ کی ڈیوٹی کرنا کیسا ہے؟ کیونکہ اللہ تعالی نے رات کو تو سونے کے اور دن کو کمانے کے لئے بنایا ہے؛ لیکن میں نے فضائل اعمال کی تعلیم میں سنا ہے جس کا مفہوم ہے کہ رات میں تین گروہ بن جاتے ہیں؛ ایک عبادت میں مصروف ہو جاتا ہے تو اس کی رات اس کے لیے اجر بن جاتی ہے؛ دوسری جماعت برائیوں میں لگ جاتی ہے، جس کی وجہ سے ان کی رات ان کے لئے وبال ہے اور تیسری جماعت سو جاتی ہے تو وہ ایسا ہے کہ نہ اس نے کچھ کمایا اور نہ کھویا۔۔تو کیا رات کو کام کرنے سے حلال رزق جو عبادت ہے اس کا کرنا کیسا ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے دن کو معاش کمانے اور رات سونے کے لئے بنایا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔؟

جواب۔۔انسان دن میں رزق حلال کمانے کی کوشش کرے اور رات کو آرام کرے، قرآن کریم کی کئی آیات سے یہی معلوم ہوتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دن میں سونا یا رات میں کاروبار، نوکری اور ڈیوٹی کرنا، ناجائز وگناہ ہے، بلکہ رات میں کام اور دن میں آرام کرنا بھی جائز ہے، دن میں آرام جیسے قیلولہ کرنا اور راتوں میں کام کرنا جیسے دکان کھولنا اور مکان کی حفاظت کے لئے رات میں چوکیداری کرنا اسی طرح کئی ایسے کام ہوتے ہیں جو دن میں پورے نہیں ہوتے، جب دن چھوٹے ہوں اور راتیں طویل ہوں، تو دن میں پورے نہ ہونے والے کام رات میں کئے جاتے ہیں، کئی ایسے کام ہیں جو دن و رات بلا وقفہ جاری رہتے ہیں ان کو جاری رکھنے کے لئے ملازمین کی ضرورت رہتی ہے تا کہ کام نہ رکے، لہٰذا جو دن کے بجائے رات میں کام کریں، ان کو گناہ گار کہنا جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی کام ہی ناجائز ہو، تو وہ دن میں کیا جائے یا رات میں وہ بہر صورت ناجائز ہی رہے گا۔

سوال: میرے اور میری بیوی کے درمیان 13 سال سے نہیں بن پا رہی، کئی بار وہ میکے جا چکی ہے۔ اب گزشتہ 2 ماہ سے بغیر بتائے گھر چھوڑ کر کراچی والدین کے ساتھ رہ رہی ہے۔ اس کا تھوڑا ذہنی توازن بھی ٹھیک نہیں ہے۔ اب اس سے میں رشتہ برقرار نہیں رکھ سکتا، میں نے 13 سال سے بہت کوشش کی کہ اس سے نباہ کروں، مگر ناکامی ہوئی۔ براہِ کرم شریعت کے مطابق طلاق کیسے دوں؟

جواب۔۔ اولاً تو اب بھی نباہ کی ہی کوشش کی جائے، اگر کسی کی فہمائش یا کسی بھی طریقے سے بات بن سکتی ہو تو اس سے بھی دریغ نہ کیا جائے، لیکن اگر نباہ اور صلح کی کوئی صورت نہ ہو اور طلاق کے سوا کوئی چارہ ہی نہ رہے تو طلاق دینے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ عورت کو پاکی کی حالت میں ایک طلاق رجعی دے دی جائے، ایک طلاق کے بعد عدت کے اندر اگر چاہیں تو رجوع کرلیں اور رجوع نہ کرنا چاہیں تو عدت گزرنے کے بعد عورت آزاد ہوگی، وہ کسی اور سے نکاح کرنا چاہے تو درست ہوگا۔ اس کو شریعت میں ”طلاق احسن“ کہتے ہیں۔ ایک طلاق رجعی کے بعد عورت کی عدت گزر جائے پھر صلح کی کوئی صورت نکل آئے تو نئے مہر اور شرعی گواہوں کی موجودگی میں دوبارہ نکاح بھی ہوسکتا ہے۔ ایسی صورت میں آئندہ دو طلاقوں کا حق حاصل ہوگا۔

سوال: ایک وقت میں تین طلاق کا حکم کیا ہے؟

جواب۔۔بیک وقت تین طلاقیں دینا شرعاً ناپسندیدہ ہے، اس لیے بیک وقت تین طلاقیں نہ دی جائیں۔ لیکن اگر تین طلاقیں ایک ساتھ دے دی جائیں تو بھی واقع ہوجاتی ہیں، اور تین طلاق کے بعد رجوع کی گنجائش بھی نہیں رہتی۔ مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”بلا وجہ شرعی طلاق دینا سخت گناہ ہے، اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا اور شیطان کو خوش کرنا ہے، البتہ اگر کسی وجہ سے شوہر اور بیوی میں ایسی رنجش ہوگئی ہو کہ ایک دوسرے کے حقوق پامال ہو رہے ہوں، اور طلاق کے بغیر چارہ ہی نہ ہو تو طلاق دینے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ شوہر ایسے وقت میں جس میں صحبت نہ کی ہو صرف ایک طلاق دے، غصہ اور جوش میں آکر تین طلاق دینے کا جو رواج چل پڑا ہے، بلکہ بہت سے لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ تین طلاق کے بغیر طلاق ہی نہیں ہوتی یہ بالکل غلط ہے، ایک طلاق دینے سے بھی طلاق ہوجاتی ہے، اور شوہر عدت میں رجوع نہ کرے تو عدت پوری ہونے کے بعد عورت بائنہ (یعنی نکاح سے جدا) ہوجاتی ہے، اور جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے، جوش اور غصہ میں آکر تین طلاق دے دیتے ہیں، جب جوش اور غصہ ختم ہوتا ہے تو پچھتانے اور پریشانی

وپشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، اگر ایک طلاق دی ہوتی اور اس کے بعد شوہر کا ارادہ بیوی کو اپنے پاس رکھنے کا ہوتو بہت آسان ہے، صرف قولاً یا عملاً رجوع کر لینا کافی ہے، عورت اس کے نکاح میں رہے گی، رجوع پر گواہ بنالینا بہتر ہے، اور اگر عدت پوری ہوگئی اور اس کے بعد دونوں کا ارادہ ساتھ رہنے کا ہوجائے تو دونوں کی رضامندی سے تجدید نکاح (دوبارہ نکاح کرنا) کافی ہوگا، البتہ اس کے بعد شوہر دو طلاق کا مالک ہوگا"۔

سوال: میری عزیزہ کے شوہر نے طلاق کا اسٹامپ پیپر تیار کروایا جس میں لکھا ہے کہ گواہوں کی موجودگی میں بیوی کو طلاق دیتا ہوں (طلاق طلاق طلاق) اور ابھی اس پر شوہر نے خود یا گواہوں نے دستخط نہیں کئے اسٹامپ پیپر پر رجسٹریشن والی تصدیقی مہر لگی ہوئی ہے. اب پوچھنا یہ ہے کہ طلاق کس دن سے مانی جائے گی جس دن یہ اسٹامپ لکھوا کر اٹیسٹ کرایا یا کہ گواہوں کی موجودگی میں طلاق دے دی یا جس دن دستخط ہوں گے اس دن سے؟

جواب ۔ صورتِ مسئولہ اگر طلاق نامہ شوہر نے خود لکھا ہے، یا شوہر نے خود کسی کو لکھنے کا حکم دیا ہے تو اسٹامپ پیپر لکھنے کے وقت سے طلاق ہوگی، خواہ دستخط کیے ہوں یا نہیں ۔نجم الفتاویٰ میں ہے : جب شوہر نے تحریر نہیں لکھی اور نہ ہی لکھنے کا حکم دیا تو طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ طلاق بالکتابت میں اقرار ضروری ہے اور دستخط بھی اقرار کی ایک صورت ہے لیکن اس کیلئے یہ ضروری ہے کہ دستخط کرنے والے کو تحریر میں طلاق موجود ہونے کا علم ہو۔تو یہاں پر اس کو یہ علم ہے کہ یہ طلاق نامہ ہے تو اس وجہ سے ایک طلاق واقع ہوگئی ہے ۔دیگر علماء نے بھی اس طرح کے مسئلہ میں یہی فتوی دیا ہے : اگر مذکورہ طلاق نامہ سائل نے نہیں بنایا اور نہ ہی پڑھا تھا، لیکن اسے یہ معلوم تھا کہ یہ طلاق نامہ ہے، لیکن اس میں موجود طلاقوں کی تعداد پتہ نہیں تھی تو اس پر دستخط کرنے کی وجہ سے سائل کی بیوی پر ایک طلاق واقع ہوگئی ہے، عدت میں رجوع کرنے کی وجہ سے نکاح برقرار رہے گا، البتہ آئندہ کے لیے دو طلاقوں کا حق باقی رہے گا۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ اگر آپ کو اس بات کا علم تھا کہ اس طلاق نامہ میں تین طلاقیں لکھی ہوئی ہیں تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہوجائیں گی اور آپ کے لیے نہ رجوع جائز ہے اور نہ ہی بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح جائز گا۔(البقرۃ،230)

سوال: طلاق دینے کے بعد عدت کے اندر نکاح کیا جاسکتا ہے ایک تحریری طلاق تھی ایک زبانی؟

جواب ۔۔ عدت کے اندر طلاق رجعی کی صورت میں رجوع ہوجاتا ہے اگر دو طلاق ہوں تو رجوع ہوجاے عدت گزرنے کے بعد نیا نکاح نیا مہر کے ساتھ رجوع ہوسکتا ہے شرط یہ ہے کہ رجوع دوران عدت ہو خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو۔۔ اگر عدت گزرنے کے بعد رجوع کیا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور طلاق ہوجاے گی ۔یاد رہے کہ آپ کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے آپ نے ایک طلاق 2020 میں زبانی دی تھی اور ایک طلاق نامہ پر دستخط کرنے کی وجہ سے واقع ہوگئی ہے تو گویا آپ اپنی بیوی کو دو طلاق رجعی دے چکے ہیں اب آپ کے پاس صرف ایک طلاق کا حق باقی رہ گیا ہے، اگر آپ نے دوبارہ طلاق دینے کی غلطی کی تو اس صورت میں آپ کو رجوع کا حق نہیں ہوگا۔

سوال: شادی کے موقع پر لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مدد کرتے ہیں، کچھ لوگ اسے سود کہتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ یعنی میں نے کسی کی شادی پر 1000 روپے دیے تھے۔ جب وہ میرے شادی پر آیا تو اس نے 1500 روپے دیے۔ جب کہ نہ میں نے مانگے ہیں۔ اور یہ طریقہ عرصہ دراز سے چل رہا ہے؟

جواب ۔۔ واضح رہے ہدیہ وہ عطیہ ہے جو دوسرے کا دل خوش کرنے کے لیے دیا جاتا ہے؛ تاکہ اللہ تعالی کی رضامندی حاصل ہو، ہدیہ اس نیت سے دینا کہ مجھے وہ اس کا بدلہ میں ہدیہ دے گا، یہ ہدیہ نہیں ہے ۔اسی طرح ہدیہ دینے پر کسی کو مجبور کرنا بھی جائز نہیں ہے، بعض علاقوں لوگ میز لگاتے اور کاپی پنسل سے نوٹ کرتے جو کہ جائز نہیں ہے حدیث شریف میں ہے کہ کسی مسلمان کا مال بغیر اس کی خوش دلی کے لینا حلال نہیں ہے ۔شادی کے موقع پر ہر خاندان اور علاقہ کا عرف مختلف ہوتا ہے، اگر کسی خاندان کا عرف یہ ہے کہ وہ شادی کے موقع پر لفافہ ہدیہ اور ہبہ کے طور پر دیتے ہوں، اس کو لکھتے نہ ہوں اور بعد میں اتنی ہی رقم ان کی شادی میں دینے کی نیت نہ ہو تو یہ ہدیہ ہے، اس کا لین دین جائز ہے، شرعاً کچھ حرج نہیں ۔اور اگر ایک دوسرے کو لفافوں کا دینا عوض اور بدل کے طور پر ہوتا ہو کہ جتنے فلاں نے دیے ہیں ان کی شادی میں اس سے زیادہ رقم واپس کرے گا، اور اسے نوٹ کیا جاتا ہو تو یہ "نیوتہ" کی رسم کہلاتی ہے، اور شرعاً یہ سودی قرض کے زمرے میں آجاتی ہے اور سودی قرض لینا دینا ناجائز اور حرام ہے، اور اگر دینے والے اس نیت سے دیتے ہیں کہ صاحب دعوت ان کی دعوت میں اتنی ہی رقم واپس کرے گا تو یہ قرض ہے، اور اسی قدر واپسی لازم ہے ۔قرآنِ کریم سے بھی اس بری رسم کے ناجائز ہونے کا اشارہ ملتا ہے، جیسا کہ سورہ روم میں ہے: "اور جو چیز تم اس غرض سے دوگے کہ وہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر زیادہ ہوجاوے تو یہ اللہ تعالی کے نزدیک نہیں بڑھتا۔" (سورۃ الروم، رقم الآیۃ39: ترجمہ: بیان القرآن)

مفسرین نے نیوتہ کے لین دین کو بھی اس آیت کا مصداق ٹھہراتے ہوئے سود ہونے کی بنا پر ناجائز قرار دیا ہے، جیسے کہ معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں: "اس آیت میں ایک بری رسم کی اصلاح کی گئی ہے جو عام خاندانوں اور اہل قرابت میں چلتی ہے وہ یہ کہ عام طور پر کنبہ رشتہ کے لوگ جو کچھ دوسرے کو دیتے ہیں اس پر نظر رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے وقت میں کچھ دے گا بلکہ رسمی طور پر کچھ زیادہ دے گا، خصوصاً نکاح، شادی وغیرہ کی تقریبات میں جو کچھ دیا لیا جاتا ہے اس کی یہی حیثیت ہوتی ہے جس کو عرف میں "نیوتہ" کہتے ہیں ۔اور قرآن کریم نے اس زیادتی کو لفظ ربو سے تعبیر کرکے اس کی قباحت کی طرف اشارہ کردیا کہ یہ ایک صورت سود کی سی ہوگئی"۔ (معارف القران)

لہٰذا جس برادری میں نیوتہ کی رسم ہے، وہاں اگر شادی یا ولیمہ کے موقع پر کچھ دیا جاتا ہے جس کا باقاعدہ لینے والے اندراج بھی کرتے ہیں یا دینے والی نیت واپس ملنے کی ہو اور اس کا عرف بھی ہو تو ایسی صورت میں اس کا لین دین جائز نہیں ہوگا۔البتہ اگر واپس لینے کی نیت نہ ہو، خالص ہدیہ یا مدد و تعاون ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں، بلکہ شریعت میں مطلوب ہے، اور شادی، ولیمہ میں رقم وغیرہ دیتے ہوئے خالص ہدیہ کی ہی نیت کرنی چاہیے۔

مفتی صاحب سے آپ اس نمبر اور ای میل پر رابطہ کرسکتے ہیں

03005259116
Taibahfoundation1@gmail.com

داستان حجازی

راہ حق میں ہوئے میرے حادثے کی کہانی میری زبانی

جو رُکے تو کوہ گرِاں تھے ہم۔۔۔۔

(گذشتہ سے پیوستہ)

وسیم حجازی

یہ نومبر 1998ء کا پہلا یا دوسرا ہفتہ تھا کسی ساتھی نے مجھے بتایا کہ ایک نیا گروپ خونی لکیر پار کرکے آیا ہے جس میں آپکا ماموں زاد بھائی بھی ہے۔میرا ماموں زاد بھائی؟ میں سن کے حیران رہ گیا کہ میرا کوئی ماموں زاد بھائی اتنی عمر کا نہیں ہے کہ وہ خونی لکیر پار کرسکے۔ایک دو دن اسی کشمکش میں گذرے کہ آخر یہ کون ہے جسے اس ساتھی نے میرا ماموں زاد بھائی بتایا۔تیسرے دن یہ گروپ مظفرآباد دفتر پہنچا۔میری آنکھیں اس وقت پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جب اس گروپ کے چند ساتھی اسی دن مجھ سے ملنے شوکت لین مظفرآباد آگئے جن میں میرا ماموں زاد بھائی نہیں بلکہ میرا پھوپھی زاد بھائی ریاض احمد ساکن اگلر پٹن بھی شامل تھا۔ہم دونوں ایک دوسرے سے گلے ملے اور بیاختیار ہم دونوں کی آنکھوں سے آنسوں رواں ہوئے۔

ریاض نے مجھے وہیل چیئر پر دیکھا تو روتے روتے اسکی ہچکیاں بند ہوگئی اور میں اسے دلاسہ دیتا رہا۔ پانچ سال کے بعد یہ ہماری پہلی ملاقات تھی۔گھوم پھر کے سارا ماضی میری آنکھوں کے سامنے چھا گیا۔ہم نے دن بھر خوب گپ شپ کی۔میں اس سے اپنے گاؤں کے سارے حالات پوچھتا رہتا اور وہ جواب دیتا رہتا۔میرے جانے کے بعد وہاں کی ساری کہانیاں اس نے مجھے سنائی. پانچ سال کی ساری روداد میں سنتا رہا اور وہ بولتا رہا۔آہ! اے وطن تیری جدائی نے کتنا تڑپایا تھا۔اپنوں سے بچھڑنا دل پر کتنا شاق گذرتا ہے یہ وہی جانتا ہے جسے اپنوں سے بچھڑ کر جینا پڑتا ہے۔میں نے اپنے پھوپھی زاد بھائی ریاض احمد کا جہادی نام ابرار احمد رکھ دیا اور اسکے بعد سب اسے ابرار کے نام سے ہی جاننے لگے۔ مجھے یاد آیا۔۔ابرار گھر میں ہی گیارہویں جماعت کے امتحانات کی تیاری میں مصروف تھا اور میں نے بارہویں جماعت میں داخلہ لیا۔ہم دونوں میڈیکل کے طالب علم تھے۔اب جبکہ میں ہائیر سیکنڈری سکول جاتا تو ابرار کے بغیر جانا مجھے عجیب سا لگتا۔کئی مہینے اسی طرح گذر گئے اور ہم دونوں جدائی کا زہر پیتے رہے۔

ریاض نے مجھے وہیل چیئر پر دیکھا تو روتے روتے اسکی ہچکیاں بند ہوگئی اور میں اسے دلاسہ دیتا رہا۔ پانچ سال کے بعد یہ ہماری پہلی ملاقات تھی۔گھوم پھر کے سارا ماضی میری آنکھوں کے سامنے چھا گیا۔ہم نے دن بھر خوب گپ شپ کی۔میں اس سے اپنے گاؤں کے سارے حالات پوچھتا رہتا اور وہ جواب دیتا رہتا۔میرے جانے کے بعد وہاں کی ساری کہانیاں اس نے مجھے سنائی. پانچ سال کی ساری روداد میں سنتا رہا اور وہ بولتا رہا۔آہ! اے وطن تیری جدائی نے کتنا تڑپایا تھا۔اپنوں سے بچھڑنا دل پر کتنا شاق گذرتا ہے یہ وہی جانتا ہے جسے اپنوں سے بچھڑ کر جینا پڑتا ہے۔

جب میری بارہویں جماعت کے امتحانات میں صرف دس دن باقی رہ گئے تھے تو تقدیر نے میرا رخ کسی اور ہی منزل کی طرف پھیر دیا۔میں نے اکتوبر 1993 میں پڑھائی کو خیرباد کہا اور خونی لکیر عبور کرکے آزاد کشمیر کے بیس کیمپ چلا گیا۔اسکے بعد ابرار کے ساتھ میری خط و کتابت ہوتی رہی۔جب کمانڈر شاکر غزنوی نے میدانِ کارزار میں قدم جمالئے تو عسکری حکمت عملی کے تحت عسکری صفوں میں نئے ساتھیوں کو بھرتی کرنے کا کام شروع کیا۔اس سلسلے میں انہیں عسکری تربیت کیلئے سرحد پار بھیجا جاتا۔انہی نئے سرفروشوں میں ایک دن شاکر غزنوی نے ابرار کو بھی شامل کیا۔روانگی کے وقت شاکر غزنوی نے میرے نام ایک خط لکھا اور ابرار کے سپرد کیا۔ابرار ان دنوں میڈیکل سبجیکٹ میں سیکنڈ ایئر کا طالب علم تھا اور بمنہ کالج سرینگر میں زیر تعلیم تھا۔

ابرار نے اکتوبر 1998 میں اپنی تعلیم کو خیرآباد کہا اور کچھ دیگر ساتھیوں سمیت سرحد پار کرکے بیس کیمپ پہنچنے میں کامیاب ہوا۔شوکت لین میں مجھ سے ملاقات کے دوران اس نے شاکر غزنوی کا خط میرے ہاتھ میں تھما دیا۔شاکر غزنوی کی بدولت تقدیر نے ایک بار ہم دونوں کو پھر سے ملا دیا۔اب ہم دونوں کسی اور ہی سرزمین پر کسی اور ہی منزل کے راہی تھے۔ابرار نے بہت چاہا کہ وہ مظفرآباد میں ہی میرے پاس ٹھہرے لیکن تنظیم کے احکامات کے تحت اسے پہلے عسکری تربیت حاصل کرنی تھی. لہٰذا تنظیم نے اسے دیگر ساتھیوں کے ساتھ عسکری تربیت کیلئے معسکر بھیج دیا جہاں اس نے چار مہینے کی ابتدائی عسکری تربیت حاصل کی۔واپس آکے اس نے سیدھے مظفرآباد کا رخ کیا اور میرے پاس آگیا۔یہاں کئی مہینے اس نے میرے ساتھ گذارے۔

مظفرآباد میں کئی مہینے میرے ساتھ رہ کر ابرار نے میری بےلوث خدمت کی۔پھر وہ کیمپ چلا گیا اور دوبارہ سال 2000 میں

میرے پاس آیا جب میں اسلام آباد میں تھا۔ وہاں اس نے کئی مہینے میرے ساتھ گذارے اور پھر تنظیم کے حکم پر کیمپ واپس چلا گیا۔ اسکے بعد سال 2001 میں وہ دوبارہ میرے پاس آیا جب میں راولپنڈی میں تھا۔ یہاں کئی مہینے میرے ساتھ گذارنے کے بعد تنظیم نے اسے خصوصی عسکری تربیت کیلئے ایک گروپ کے ساتھ معسکر بھیج دیا جہاں اس نے چھ مہینے کی تربیت حاصل کی۔ تربیت حاصل کرتے ہی اس گروپ کو میدانِ کارزار میں جانے کا حکم ہوا۔ یہ سال 2002 تھا۔ جانے سے پہلے ابرار مجھ سے ملنے راولپنڈی آیا۔ جب اس نے مجھ سے کہا کہ اب مجھے میدانِ کارزار جانا ہے تو میں ہکا بکا رہ گیا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوئی۔

میں نے کوشش کی کہ اسے فی الحال روک لوں لیکن وہ نہ مانا کیونکہ یہ تنظیم کا حکم تھا۔ اب اسے رخصت کرنے کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ شام کا وقت تھا، ہم ایک دوسرے سے گلے ملے اور نمناک آنکھوں سے میں نے اسے الوداع کیا۔ میں نے ایک وڈیو کیسٹ کی سی ڈی اسکے حوالے کی جس میں کمانڈر شاکر غزنوی اور میری وڈیو تھی جو سال 1995 میں راجن پور کے ایک تقریری پروگرام میں وہاں کے سکول سٹاف نے بنائی تھی۔ یہ کیسٹ شہید کمانڈر شاکر غزنوی کے گھر والوں تک پہنچانی مقصود تھی۔ ابرار میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور میرے دل میں ہزاروں وسوسوں نے جنم لیا۔ کیا یہ وقتِ جدائی ہے؟ کیا اب دوبارہ کبھی ہم مل سکیں گے؟ ابرار کا آگے کا سفر کیسا رہے گا؟ کیونکہ ابرار اس منزل کی طرف جا رہا تھا جہاں ہر رہگذر پر موت باہیں پھیلائے کھڑی تھی۔ بچھڑنے کا یہ مرحلہ کتنا ہولناک اور کتنا دردناک تھا۔ تقریباً دو ہفتوں کے بعد خبر موصول ہوئی کہ ابرار کا گروپ خیریت سے سرحد پار کر کے میدانِ کارزار میں پہنچنے میں کامیاب ہوا ہے۔ لیکن اس دوران راستے میں ابرار اپنے اس گروپ سے بچھڑ گیا اور آگے کا سفر ابرار نے انتہائی دشوار گذار حالات سے گذر کر طے کیا۔ اس دوران اس نے گھاس کھا کے جسم و روح کا رشتہ برقرار رکھنے کی کوشش کی یہاں تک کہ وہ ایک بستی میں ایک جونپڑے تک پہنچ گیا جہاں اس نے کھانا تناول کیا۔ مخبری کے ڈر سے اس نے ان سب کو اس جونپڑی

میں ہی بند کر کے دروازے کے باہر تالا لگا یا اور اگلے پڑاؤ کی طرف روانہ ہوا۔ موت سے آنکھ مچولی کھیلتے کھیلتے کئی دنوں کے تھکا دینے والے اور صبر آزما سفر کے بعد بالآخر وہ میدانِ کارزار

بیمار تھا۔ جس گھر میں وہ قیام پذیر تھے وہ اسکے دوسرے ساتھی کے پھوپھا کا گھر تھا اور اسکا پھوپھا پولیس میں تھا۔ اس پولیس والے نے انکی مخبری کی۔ انہوں نے گھر سے نکلنے کی کوشش

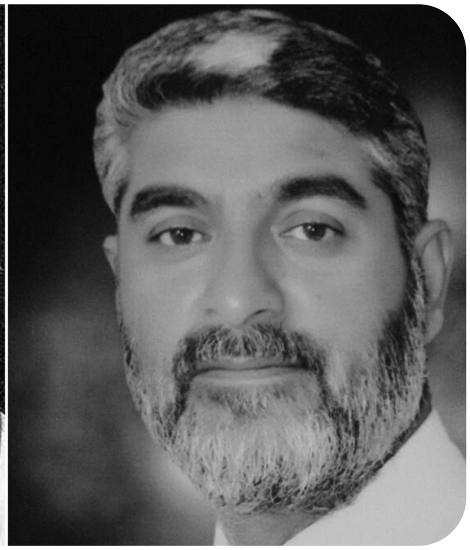

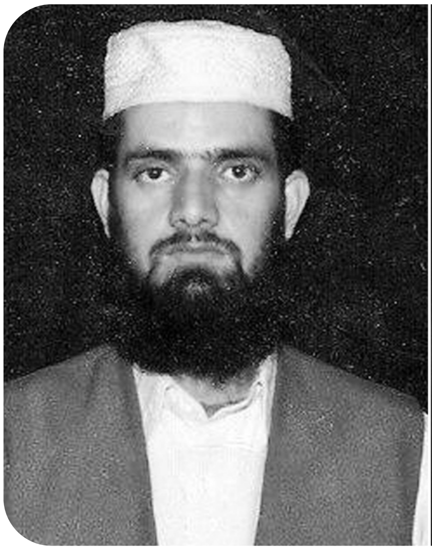

کے دیگر ساتھیوں تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔

میدانِ کارزار میں پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد ہی ابرار نے مجھے خط بھیجا جس میں اس نے اپنی ایک تازہ فوٹو بھی ساتھ بھیجی تھی۔ میدانِ کارزار میں اس نے اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی پوری کرنے میں مصروف رہے کئی بار وہ دشمن کا گھیرے میں آئے لیکن دشمن کو چکمہ دے کر نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ اسی دوران آر پار جب موبائل فون متعارف ہوئے تو کبھی کبھار ہم فون پر بھی ایک دوسرے کی خیریت عافیت پوچھتے رہتے۔ لیل و نہار یونہی گزرتے گئے۔ میں سافٹ ویئر انجینیرنگ کی تعلیم حاصل کرنے میں مصروف تھا اور ابرار میدانِ کارزار میں اپنے مشن میں مصروف تھا۔ گوریلا جنگ ایک تھکا دینے والی اعصاب شکن جنگ ہے۔ اس جنگ کو لڑنے والے انسان کیلئے ضروری ہے کہ بیچ بیچ میں وہ سستا لے اور تازہ دم ہو جائے ورنہ اسکی ذہنی اور جسمانی حالت بگڑنے لگتی ہے۔

ابرار بھی اب واپس بیس کیمپ آنے کی خواہش کر رہا تھا جسکا تذکرہ اس نے میرے ساتھ کیا۔ ابھی اس معاملے میں وہ مشورہ ہی کر رہا تھا کہ تقدیرِ الٰہی نے اسے ایک شدید آزمائش میں ڈال کر اسکی زندگی کا سب سے بڑا امتحان لیا۔ یکم فروری 2006 کو وہ اپنے ایک اور ساتھی کے ہمراہ ایک گھر میں قیام پذیر تھا اور

کی لیکن ہتھیار ساتھ نہ ہونے کے سبب دونوں گرفتار ہو گئے۔ دن بھر اور رات بھر ابرار کا شدید ٹارچر ہوا۔ اسکے بدن کو لوہے کی گرم سلاخوں سے جلایا گیا اور اسکے جسم کی ہڈیوں کے جوڑ تک الگ کئے گئے۔ اسے زبردستی شراب پلانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن پھر بھی وہ ثابت قدم رہا اور اس نے اپنا ہتھیار انکے حوالے نہ کیا، غالباً ابرار اور اسکا ساتھی ٹارچر کے دوران ہی شہید ہو گئے تھے لیکن 2 فروری رات کے آخری پہر انکا فرضی انکاؤنٹر کیا گیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اسے اس شدید آزمائش میں سرخرو کیا اور شہادت کا خوبصورت تاج اس کے سر پہ پہنا دیا۔ گھر والوں نے اسکا خون آلود زخموں سے چور جسدِ خاکی مقامی پولیس تھانے سے حاصل کیا۔ لوگوں کے جمِ غفیر نے اسے فلک شگاف نعروں کے ساتھ رخصت کیا اور نمناک نگاہوں کے ساتھ مزارِ شہداء میں سپردِ خاک کیا۔ جنازے کی وڈیو قریباً ایک ماہ بعد جب مجھ تک پہنچی تو میری آنکھوں سے بے اختیار آنسوں رواں ہو گئے اور سارا ماضی میری آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔ ابرار کا زخمی خون آلود چہرہ اسکی وفاء کی گواہی دے رہا تھا۔ بیس کیمپ میں سینکڑوں سرفروشوں نے بھی یہ وڈیو دیکھی۔ اللہ تعالیٰ شہید ابرار احمد کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ آمین

یہاں پر ان دو اشخاص کا ذکر نہ کروں تو ناانصافی ہوگی۔ ان

میں ایک اللہ کا نیک بندہ جسے میں فرشتہ صفت انسان سمجھتا ہوں جومحمد ارسلان کے نام سے معروف ہیں انہوں نے شہید ابرار بھائی کے بعد بیس کیمپ میں آخری ایام تک میرا ایک چھوٹے شفیق بھائی کی طرح ساتھ دیا اور یہ ساتھ انہوں نے دنوں یا مہینوں تک ہی نہیں بلکہ انہوں نے یہ ساتھ بغیر کسی ناغہ کے پورے پانچ برس تک نبھایا۔انہوں نے دلجوئی سے میری خدمت کر کے ایک اعلیٰ مثال قائم کی ۔ان پانچ برسوں کے دوران کبھی انہوں اف کی نہ ان کے ماتھے پر کبھی بل آیا۔ایسے کمال کے لوگ دنیا میں خال خال ہی ملتے ہیں ۔انہوں نے میرا ہرطرح کا خیال رکھا، مجھے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے دوران کالج اور یونیورسٹی وہیل چیئر پر لے جانا اور واپس لانا جو میری زندگی کا سخت ترین حصہ رہا یہ کام انہوں نے بڑی مہارت اور مستعدی سے انجام دے دیا۔ چاہے سردی ہو گرمی ہو طوفان ہو غرض ہر موسم میں میرا اتنا خیال رکھا کہ ان کے مجھ ناچیز پر کیئے گئے احسانات گننا مشکل ہیں ۔میرا خیال رکھتے رکھتے انہوں اپنی

یہاں پر ان دو اشخاص کا ذکر نہ کروں تو ناانصافی ہوگی ۔ان میں ایک اللہ کا نیک بندہ جسے میں فرشتہ صفت انسان سمجھتا ہوں جو محمد ارسلان کے نام سے معروف ہیں انہوں نے شہید ابرار بھائی کے بعد بیس کیمپ میں آخری ایام تک میرا ایک چھوٹے شفیق بھائی کی طرح ساتھ دیا اور یہ ساتھ انہوں نے دنوں یا مہینوں تک ہی نہیں بلکہ انہوں نے یہ ساتھ بغیر کسی ناغہ کے پورے پانچ برس تک نبھایا۔انہوں نے دلجوئی سے میری خدمت کر کے ایک اعلیٰ مثال قائم کی

نیندیں تک اپنے اوپر حرام کیں لیکن مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچنے دی۔ اللہ اس مرد مومن کو جزائے خیر عطا کرے اور اسے اپنی حفظ امان میں رکھے ۔دوسری شخصیت یٰسین چارلی ہیں جنہوں نے اپنے مفید مشوروں سے مجھے نوازا اور جن پر میں عمل کر کے میں نے اپنی زندگی کو ایک اچھے صحت مند انسان کی طرح گزارنا سیکھا۔ مجھے وہ دن یاد ہیں جب وہیل چیئر سے بیڈ پر شفٹ ہونے کے لئے دو بندے درکار ہوتے تھے لیکن یٰسین چارلی نے مجھے زور دے کر کہا جس دن آپ بیڈ پر خود چڑھنے کو کوشش کروگے اس دن آپ کی زندگی بدل جائے گی ۔میں نے پہلے ان سے کہا یہ ناممکن ہے لیکن ساتھ ساتھ کوشش بھی کرتا رہا ایک دن میں اس میں کامیاب ہوگیا۔ یہ یٰسین چارلی ہی ہیں جنہوں مجھے کمپیوٹر کو بطور سبجیکٹ پڑھنے کا بھی مشورہ دیا اور میرا داخلہ کرانے میں اہم رول ادا کیا۔ میں نے اپنی تعلیم جاری رکھی اور میری زندگی میں ایک نیا انقلاب برپا ہوگیا۔حزب المجاہدین کے کیمونکیشن شعبہ میں یٰسین صاحب نے ایک کلیدی کردار ادا کیا جس کی تنظیم بھی معترف ہے ۔میدانِ کارزار میں مجاہدین وائرلیس سیٹ پر انہیں مائیک چارلی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ یوں چارلی نام انکے ساتھ ہمیشہ کیلئے جڑ گیا اور تنظیم میں ہر کوئی انہیں یٰسین چارلی ہی کہا کرتے ہیں ۔موصوف 1990 میں تربیت کیلئے بیس کیمپ آئے تھے۔ پھر وہ واپس میدانِ کارزار چلے گئے اور کیمونکیشن شعبہ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ وہ شمالی کشمیر کے کسی نامعلوم مقام سے وائرلیس سیٹ پر مجاہدین سے پیغامات وصول کر کے پھر ان پیغامات کو بیس کیمپ بھیجا کرتے تھے ۔ایک خاص عرصہ تک وہ میدان کارزار میں جہادی زندگی گزار کر بالآخر تنظیم کے حکم پر 1995 میں خونی لکیر کو عبور کر کے آزاد کشمیر میں داخل ہوئے ۔ یہاں ایک سرحدی علاقے میں کسی اونچی برفیلی چوٹی پر ایک بنکر کو انہوں نے اپنا مسکن بنایا جہاں سے وہ میدانِ کارزار کے مجاہدین سے پیغامات وصول کرتے ۔ان کے ساتھ ملاقاتوں کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ یٰسین صاحب ہر دوسرے تیسرے دن میرے پاس تشریف لاتے ۔کبھی اپنی فیملی کو بھی ساتھ لاتے ۔میں بھی ان کے گھر جایا کرتا تھا انہوں میری خدمت کرنے کوئی کسر نہیں چھوڑی یٰسین صاحب کے ساتھ گپ شپ اب میری معمول کی زندگی کا حصہ بن چکا تھا۔ مظفرآباد کے بعد اسلام آباد اور پھر راولپنڈی میں میرے قیام کے آخری لمحات تک یٰسین صاحب نے ہمیشہ میری دلجوئی کی اور ہمیشہ مشکل وقت میں میرے کام آتے رہے ۔میں ان تمام محسنوں کو اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھتا ہوں ۔اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو جو جزائے خیر عطا فرمائے ۔

ضلع کولگام دیوسر، داچھی گام اور اوڑی میں خونریز معرکے۔۔۔

8 مجاہدین شہید، دو بھارتی آفیسروں سمیت متعدد بھارتی فوجی ہلاک جبکہ درجن سے زائد اہلکار زخمی

مقبوضہ کشمیر میں بھارتی افواج کی ظالمانہ کارروائیاں جاری۔۔۔۔۔۔ پانچ عام نہتے شہری شہید

ہمایوں قیصر

16 جولائی 2025۔۔۔ضلع بڈگام میں کالے قانون کے تحت قابض انتظامیہ نے ضلع کے علاقوں ہروانی، چیوہ اور کھاگ سے تعلق رکھنے والے منظور احمد چوپان کا دومنزلہ رہائشی مکان، محمد یوسف ملک کا دومنزلہ مکان اور 05 کنال 13 مرلہ اراضی اور بلال احمد وانی کی 19.5 مرلہ زرعی اراضی سمیت تین جائیدادیں ضبط کی ہیں۔ضلع باڈی پورہ میں بھارتیہ جنتا پارٹی سے وابستہ ایک سرپنچ معراج راتھر کی غنڈہ گردی کے خلاف لوگوں نے زبردست احتجاج مظاہرہ کیا۔ضلع کے علاقے سنبل میں بڑی تعداد میں ٹپر مالکان اور ٹھیکیدار سڑکوں پر نکل آئے اور سرپنچ معراج راتھر کے خلاف نعرے لگائے۔

17 جولائی 2025۔۔۔ضلع باڈی پورہ کے سنبل علاقے میں بھارتی فوج کی گاڑی نے جان بوجھ کر ایک پی ایچ ڈی سکالر ڈاکٹر زبیر کو ٹکر ماردی جس کے نتیجے میں وہ شدید زخمی ہوا اور دوران علاج وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہوگیا ہے۔علاقے کے عوام میں اس واقعہ کے حوالے شدید غم وغصہ پایا گیا اور عوام نے مطالبہ کیا کہ واقعہ میں ملوث لوگوں کو سزا دے کر مقتول کو انصاف فراہم کیا جائے۔

18 جولائی 2025۔۔۔بھارتی پولیس نے ضلع بارہمولہ کے علاقے سوپور کے علاقے کرال ٹینگ میں تلاشی کی کارروائی کے دوران ایک کشمیری شہری عرفان احمد انتو کی رہائش گاہ پر چھاپہ مارا۔یاد رہے عرفان احمد انتو غیر قانونی طور پر جیل میں قید ہے۔پولیس نے دعویٰ کیا ہے کہ عرفان آزادی پسند تنظیم مسلم لیگ کا کارکن ہے۔پولیس نے چھاپے کے دوران ان کے گھر سے اہم دستاویزات، موبائل فون اور لیپ ٹاپ قبضے میں لے لیے۔آپریشن کے دوران عرفان کے اہلخانہ کو ہراساں بھی کیا گیا۔بھارتی پولیس نے ایک روز قبل عابد نبی نامی ایک اور کشمیری کو بھی مسلم لیگ کا کارکن قرار دیتے ہوئے اسکے گھر پر چھاپہ مارا تھا۔کل جماعتی حریت کانفرنس کے سینئر رہنما میرواعظ عمر فاروق کو مسلسل دوسرے جمعہ کو بھی گھر میں نظر بند رکھا اور انہیں بھارتی پولیس نے سرینگر کی تاریخی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

20 جولائی 2025۔۔۔مقبوضہ کشمیر میں ضلع کشتواڑ کے علاقے چھاترو سنگپورہ میں بھارتی فوج کی سرپرستی میں قائم نام نہاد ویلیج ڈیفینس گارڈز کے اہلکار سندیپ کمار نے گھر میں موجود اپنی

بھابھی پر گولی چلا کر اسے ہلاک کر دیا۔مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج نے مختلف اضلاع سرینگر، بڈگام، پلوامہ اور گاندر بل میں حریت پسند کشمیریوں کے خلاف اپنی ظالمانہ کارروائیاں جاری رکھتے ہوئے ایک درجن کے قریب افراد کو گرفتار کر لیا۔گرفتار شدگان پر مختلف ایپس کا استعمال کرنے اور سوشل میڈیا کے ذریعے وادی کشمیر سے باہر رابطے رکھنے کا الزام ہے۔

21 جولائی 2025۔۔۔بھارتی پولیس نے کالے قانون ''یو اے پی اے'' ایک چھاپے کے دوران ضلع اسلام آباد کے علاقے گنشی بل سے منیب مشتاق شیخ نامی ایک نوجوان کو گرفتار کرلیا۔بھارتی حکومت نے نصب کردہ چہرے کی شناخت کے نظام (FRS) کی مدد سے نوجوان کو گرفتار کرلیا ہے۔پولیس کا دعویٰ ہے کہ شناخت ہونے پر مشتاق کو فوری طور پر گرفتار کیا گیا اور مزید تصدیق کے لیے تھانہ پہلگام منتقل کر دیا گیا جبکہ بھارتی پولیس نے مزید دو افراد محمد طاہر اور حفیظ اللہ کو کالے قانون پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کیا ہے جنہیں گرفتار کرنے کے بعد کٹھوعہ ڈسٹرکٹ جیل اور بھدرواہ جیل منتقل کر دیا گیا ہے۔

23 جولائی 2025۔۔۔ضلع باڈی پورہ کے علاقے گڈورہ میں بھارتی فوج نے طارق احمد، بلال احمد اور مدثر احمد کو گرفتار کرلیا۔بھارتی افواج نے گرفتار شدگان سے اسلحہ اور گولہ بارود برآمد کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔

25 جولائی 2025۔۔۔مقبوضہ کشمیر کے ضلع پونچھ کے علاقے کرشنا گھاٹی میں بارودی سرنگ کے ایک دھماکے میں بھارتی

فوج کا ایک اہلکار للت کمار ہلاک جبکہ ایک آفیسر (جے سی او) سمیت دو اہلکار زخمی ہو گئے۔ضلع بارہمولہ کے علاقے ربن سوپور میں بھارتی پولیس نے این آئی اے کے ہمراہ جاوید احمد ڈار کی تین کنال اور تین مرلہ اراضی اور رہائشی مکان کالے قانون"یو اے پی اے" کے تحت ضبط کرلیا ہے۔ایک اور الگ کارروائی کے دوران بھارتی پولیس نے ضلع کپواڑہ کے علاقے بٹہ پورہ ہیہامہ میں متوالی پسوال نامی شہری کی 2 کنال 14 مرلہ اراضی، کپواڑہ ضلع کے علاقے کرناہ میں عبدالحمید شیخ کی 3 کنال 6 مرلہ، خوشحال پٹھان کی 18 مرلہ جبکہ اسی ضلع کے علاقے نواگبرا میں منظور احمد شیخ کی 2 کنال اور 9 مرلہ اراضی کالے قانون"یو اے پی اے" کے تحت ضبط کرلی۔سرینگر کے علاقے پانتھ چوک میں پولیس کا ایک ہیڈ کانسٹیبل اس وقت زخمی ہوا جب وہ اپنی سروس رائفل کی صفائی کر رہا تھا۔زخمی ہونے والا ہیڈ کانسٹیبل سابق رکن اسمبلی کی رہائش گاہ پر بطور سیکورٹی گارڈ تعینات تھا۔ضلع جموں کے علاقے میں بھارتی پولیس نے کشمیری نوجوان محمد پرویز احمد کو ضلع کے نواحی علاقے سورے چک چھلیاں منڈل ستواری میں تلاشی کی کارروائی کے دوران ایک جعلی مقابلے میں شہید کردیا۔ذرائع کے مطابق نوجوان پولیس نے پرویز کو بلا جواز طور پر اس وقت شہید کیا جب وہ اپنے دوستوں کے ہمراہ ستواری میں موٹر سائیکل پر جا رہا تھا۔سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی کے کارکنوں نے جموں کے علاقے سورے چک میں بھارتی پولیس کے ہاتھوں 21 سالہ نوجوان محمد پرویز کی شہادت کے واقعے کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا اور واقعے کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔

27 جولائی 2025۔۔۔ضلع اسلام آباد کے علاقے بجبہاڑہ میں ایک بھارتی فوجی اہلکار سنتوش چوہان نے اچانک بیہوش ہونے کے بعد دم توڑ دیا۔

28 جولائی 2025۔۔۔ضلع کپواڑہ میں بھارتی فوجیوں نے علاقے کرال پورہ سے ایک نوجوان ولی محمد میر کو گرفتار کرلیا۔ضلع سرینگر کے علاقے داچھی گام علاقے میں مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان ایک معرکہ پیش آیا جس کے نتیجے میں تین مجاہدین کمانڈر سلیمان شاہ، ابوحمزہ اور جبران بھائی نے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کرلیا۔سرینگر کے ایک پہاڑی علاقے ڈھگون میں بھارتی فوجیوں نے خانہ بدوش گوجر قبائلیوں کو وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا ہے۔راجوری سے تعلق رکھنے والے محمد لیاقت، محمد اعظم، شوکت احمد اور عبدالقادر کو ایک نئے قائم کردہ فوجی کیمپ چالیس سے زائد اہلکاروں نے شدید تشدد کا نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں تینوں افراد لہولہان ہوئے جبکہ ان میں محمد لیاقت کی ٹانگ لاٹھیاں برسنے کے دوران ہی ٹوٹ گئی۔

30 جولائی 2025۔۔۔مقبوضہ جموں وکشمیر کے خطہ لداخ کے لیہ چونگتاش علاقے میں ایک پہاڑی تودہ گرنے سے لیفٹیننٹ کرنل بھانو پرتاپ سنگھ سمیت دو اہلکار ہلاک اور میجر رینک کے 2 اہلکار اور ایک کیپٹن زخمی ہوگیا ہے۔ضلع پونچھ کے کسیلیان علاقے میں ایک جھڑپ کے دوران بھارتی افواج نے دو مجاہدین کو شہید کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔

1 اگست 2025۔۔۔ضلع راجوری کے علاقے ہنجنوالی میں ایک بھارتی فوجی موہت کمار کی لاش پراسرار حالات طور پر برآمد کی گئی ہے جبکہ ایک اور واقعہ میں ضلع شوپیاں کے علاقے علیار پور سے ایک 40 سالہ شخص ریاض احمد لون کی لاش برآمد ہوئی ہے۔مقبوضہ کشمیر کے گرمائی دارالحکومت سرینگر میں تعینات بھارتی فوج کا ایک اہلکار 24 سالہ کانسٹیبل سوگم چوہدری لاپتہ ہوگیا ہے۔

بھارتی پولیس نے ایک تلاشی مہم کے دوران ضلع راجوری میں ایک سرکاری سکول ٹیچر سمیت 4 افراد کو گرفتار کرلیا ہے۔بھارتی پولیس حکام نے دعویٰ کیا ہے کہ ان افراد کو ضلع راجوری میں مبینہ طور پر پولیس تشدد کی جھوٹی کہانی سوشل میڈیا کے ذریعے پھیلانے کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔بھارتی پولیس نے ضلع کولگام کے علاقے دیوسر میں جیل میں قید کشمیری محمد اشرف کی منقولہ جائیداد ضبط کرلی ہے۔ضبط کی گئی جائیداد میں تقریباً 10 لاکھ روپے مالیت کی ایک کار اور دیگر املاک شامل ہیں۔

2 اگست 2025۔۔۔ضلع ڈوڈہ کے گندوہ علاقے میں بھارتی کا ایک اہلکار 37 سالہ راجندر پرساد باگڑیا ایک عمارت کی چھت سے گر کر ہلاک ہوگیا۔ضلع کپواڑہ کے علاقے ہائی ہامہ میں ایک 18 سالہ نوجوان محمد اسلم خان کی لاش ایک قریبی جنگل سے برآمد کرلی گئی ہے۔

3 اگست 2025۔۔۔بھارتی فوج کے ایک افسر نے سرینگر ہوائی اڈے پر اضافی سامان کے معاملے پر ہوائی کمپنی اسپائس جیٹ کے ملازمین کو ایک قاتلانہ حملے کے دوران بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنایا۔لیفٹیننٹ کرنل نے ایک ملازم کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی جبکہ دوسرے ملازم کے جبڑے کو تشدد سے فریکچر ہوگیا۔یاد رہے یہ واقعہ سری نگر سے دہلی جانے والی پرواز SG-386 کے بورڈنگ عمل کے دوران پیش آیا۔

ضلع اسلام آباد میں بھارتی پولیس نے ایک کشمیری نوجوان منظور احمد جو تین بہنوں کا اکلوتے بھائی اور اپنے بزرگ والدین کا سہارا تھا کو دوران حراست تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔یہ واقعہ ضلع کی کیھری بل جیل میں دوران حراست پیش آیا۔مسلسل تین دن تک تشویشناک حالت میں رہنے کے باوجود جیل حکام نے منظور احمد کو بروقت طبی امداد فراہم نہیں کی جس کے باعث ان کی شہادت ہوئی۔

6 اگست 2025۔۔۔بھارتی دارالحکومت نئی دلی میں بھارتی پولیس کے کاونٹر انٹیلی جنس کشمیر (سی آئی کے) ونگ نے دوکشمیریوں محمد ایوب بٹ اور محمد رفیق شاہ نامی تاجروں کو کالے قانون"یو اے پی اے" کے تحت دلی کے علاقے لاجپت نگر سے گرفتار کیا۔محمد ایوب بڈگام جبکہ محمد رفیق سرینگر کا رہائشی ہے۔بھارتی پولیس نے سرینگر کے عید گاہ علاقے میں ایک کشمیری نوجوان ریاض احمد کو دوران حراست تھانے کے اندر بہیمانہ تشدد کر کے شہید کر دیا۔نوجوان کے اس حراستی قتل پر علاقے کے لوگوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے سڑکوں پر نکل کر شدید احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ واقعہ میں ملوث اہلکاروں کو کڑی سزا دی جائے۔ضلع کٹھوعہ میں بنی کے گاؤں لوانگ کے رہائشی محمد اشرف کی 16.5 مرلہ غیر منقولہ جائیداد ضبط کرلی۔پولیس حکام نے دعویٰ کیا کہ محمد اشرف آزادی پسند سرگرمیوں میں ملوث ہے اور اسے مفرور قرار دیا گیا ہے۔مقبوضہ جموں وکشمیر میں جموں خطے کے کٹھوعہ، ادھم پور اور سانبہ اضلاع میں حریت پسند کشمیریوں کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے بھارتی قابض حکام مزید بھارتی فوج کی 25 سے زائد اضافی

کمپنیاں اور کوبرا کمانڈوز کے دو یونٹ تعینات کر رہا ہے۔جموں کے علاقے میں این آئی اے کی ایک خصوصی عدالت نے جماعت اسلامی کی فلاحی سرگرمیوں کو آگے بڑھانے کے لیے مبینہ طور پر فنڈز اکٹھا کرنے کے الزام میں تین افراد اور راجوری کے ایک ٹرسٹ کے خلاف فرد جرم عائد کر دی ہے۔این آئی اے نے کالے قانون ”یو اے پی اے“ کے تحت امیر محمد شمسی، عبدالحمید گنائی اور مشتاق احمد میر اور الہدی ایجوکیشنل ٹرسٹ کے خلاف یہ حکم سنایا۔

7 اگست 2025۔۔۔ضلع ادھمپور کے علاقے میں بھارتی فوج کی ایک گاڑی بے قابو ہو کر ایک کھائی میں جا گری جس کے نتیجے میں تین فوجی اہلکار ہلاک جبکہ اس حادثے کے دوران پندرہ فوجی اہلکار زخمی ہو گئے۔

8 اگست 2025۔۔۔ضلع اسلام آباد کے علاقے ڈورو میں ایک بھارتی فوجی اہلکار نے اپنی سروس رائفل سے خود پر گولی مار کر خودکشی کر لی۔مقبوضہ کشمیر میں بھارتی انتظامیہ کی طرف سے 25 تاریخی کتابوں پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔یاد رہے جن کتابوں پر قابض انتظامیہ نے پابندی عائد کی ہے ان میں مشہور آئینی ماہر اے جی نورانی کی ”دی کشمیر ڈسپیوٹ 1947-2012“ سمنترہ بوس کی ”کشمیر ایٹ دی کراس روڈز“، دیودت دیوداس کی ”ان سرچ آف آ فیوچر“ ارون دھتی رائے کی ”آزادی“، انورادھا بھسین کی ”اے ڈسمینٹلڈ اسٹیٹ“، طارق علی، پنکج مشرا و دیگر کی ”کشمیر: دی کیس فار فریڈم“، کرسٹوفر سنڈن کی ”انڈیپینڈنٹ کشمیر“ اور امام حسن البنا کی ”مجاہد کی اذان“ اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کتاب ”الجہاد فی الاسلام“ شامل ہیں۔

11 اگست 2025۔۔۔سرینگر کے لسجن تینگن علاقے میں بھارتی پولیس کے ایک گاڑی گہری کھائی میں جا گری جس کے نتیجے میں بھارتی پولیس کے سب انسپکٹر سچن ورما اور شبھم انسپکٹر ہلاک ہو گئے جبکہ اس دوران مستن سنگھ نامی آفیسر شدید زخمی ہو گیا۔ضلع پلوامہ میں ایک اسپیشل پولیس آفیسر شیراز احمد بیہوش کی حالت میں گر پڑنے دوران ہلاک ہو گیا۔ضلع کٹھوعہ کے سرحدی علاقے میں بھارتی فوج دعویٰ کیا ہے کہ فائرنگ کے

دوران انہوں نے ایک پاکستانی باشندے کو شہید کر دیا۔فوج کا دعویٰ ہے کہ شہری نے سرحد پار کرنے کی کوشش کی تھی۔ضلع ڈوڈہ کے سانبہ علاقے میں ایک بھارتی فوجی اہلکار سرریش بسوال اپنی ہی سروس رائفل کی گولی لگنے سے پراسرار طور پر ہلاک ہو گیا۔

12 اگست 2025۔۔۔ضلع بارہمولہ کے اوڑی سیکٹر میں معمول کی گشت کے دوران پہاڑی سے ایک بھارتی فوجی انیل کمار پھسل کر ہلاک ہو گیا۔

13 اگست 2025۔۔۔ضلع بانڈی پورہ میں قابض انتظامیہ نے تین کشمیریوں اشفاق احمد بٹ، جمیل احمد خان اور منظور احمد ڈار کی دو کنال اور 12 مرلے پر مشتمل اراضی ضبط کر لی ہے جس کی مالیت 2 کروڑ 11 لاکھ روپے ہے۔پولیس حکام نے دعویٰ کیا کہ تینوں افراد آزادی پسند سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ضلع بارہمولہ کے علاقے اوڑی میں فوجی آپریشن کے دوران مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہوا جس کے نتیجے میں ایک بھارتی فوجی ہلاک جبکہ دیگر تین اہلکار زخمی ہو گئے۔قابض بھارتی فوج کے آپریشن کے دوران اہلکاروں نے گھروں میں گھس کر خواتین اور بچوں سمیت مکینوں کو سخت ہراساں اور قیمتی گھریلو اشیاء کی توڑ پھوڑ کر دی۔

14 اگست 2025۔۔۔ضلع کپواڑہ کے مختلف علاقوں وجھہامہ، اور گلگام کے جنگلاتی علاقوں میں تلاشی آپریشن دوران بھارتی افواج نے تین نوجوانوں کو گرفتار کر لیا۔بھارتی افواج نے حسب روایت گرفتار کیے گئے نوجوانوں کو مجاہد تنظیم کے کارندے قرار دیا ہے۔ضلع کولگام کی تحصیل دمہال ہانجی پورہ کے دیوسر اکہال کے جنگلاتی علاقے میں مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان ایک خونی معرکہ پیش آیا جو بارہ دن تک جاری رہا۔معرکے کے نتیجے میں مجاہد حارث نذیر ڈار ولد نذیر احمد ڈار ساکن راجپورہ ضلع پلوامہ، ذاکر احمد گنائی ولد غلام محی الدین ساکن متالہامہ کولگام اور عادل رحمان ڈینٹو ولد عبدالرحمن ساکن گلاب باغ آرم پورہ سوپور سمیت چار مجاہدین نے مردانہ وار لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر لیا۔جھڑپ کے دوران بھارتی فوج کے دو اہلکار لانس نائیک پرتپال سنگھ اور کانسٹیبل ہرمندر سنگھ ہلاک جبکہ ایک درجن سے زائد اہلکار زخمی ہو گئے۔کارروائی کے دوران بھارتی فوج نے ڈرونز، ہیلی کاپٹر اور ایلیٹ اسپیشل فورسز کو بھی استعمال کیا۔

15 اگست 2025۔۔۔ضلع بانڈی پورہ کے گاؤں کوئل مقام کے رہائشی 55 سالہ بشیر احمد شیری گوجری کی لاش ایک باغ سے برآمد ہوئی ہے۔